اکوڑہ خٹک
الحق
نشاۃِ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ
مدیر
سمیع الحق

له دعوة الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش — ۲

فون نمبر دار العلوم — ۲

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ -/۲۰ روپے —— فی پرچہ دو روپے

بیرون ملک سالانہ عام ڈاک سے ۳ پونڈ —— ہوائی ڈاک سے ۵ پونڈ

جلد نمبر : ۱۳	شعبان ۱۳۹۸ھ
شمارہ نمبر : ۹	جولائی ۱۹۷۸ء

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

۲۵ جون کی طویل نشری تقریر میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے قومی حکومت کے قیام، خارجہ امور ملک کی موجودہ معاشی حالت کے علاوہ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا دیگر امور سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اسلامی نظام کے نفاذ (جو اولین اور اہم ترین مسئلہ ہے) سے متعلق جنرل صاحب موصوف کے خیالات کے بارہ میں کچھ عرض کریں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جنرل صاحب کے اس اہم ترین موضوع سے متعلق خیالات کو موجودہ سیاسی اور ہنگامی مسائل سے دلچسپی کی بناء پر قوم اور قومی زعماء نے کما حقہٗ موضوع بحث نہ بنایا جبکہ ۱۹۷۷ء کی لامثال تحریک اور قربانیوں کا بنیادی محور اور مقصد یہی نظامِ مصطفیٰ کا نظام تھا، جہاں تک جنرل صاحب موصوف کی اسلام سے وابستگی کا تعلق ہے۔ اور جس درد و سوز سے وہ اصلاح معاشرہ اور اسلام پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کے دل میں اسلامی اقدار اور نظامِ شریعت کے احیاء و اجراء کا درد موجود ہے۔ اور وہ دل سے اسلامی نہج پر حالات کی تبدیلی کے خواستگار ہیں۔ اقتدار پر آنے کے بعد سے اب تک انہوں نے برملا اور بار بار اسلامی نظام نافذ کرنے، اس بارہ میں پیش رفت کرنے اور آنے والی حکومتوں کیلئے ایک ایسی بنیاد فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کہ اس راستے سے کسی کو پھر پیچھے ہٹ جانا ممکن نہ رہے۔ لیکن ہم جب پچھلے ایک سال پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس بارہ میں عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا تو ہمیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اس مایوسی میں جنرل صاحب موصوف کی مذکورہ تقریر سے اور بھی شدت آگئی جب جنرل صاحب نے فرمایا کہ: "اسلامی زندگی کا آئین جو چودہ سو سال پہلے نافذ ہوا تھا، آج بھی نافذ ہے۔ اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا نہ یہ کسی ایک فرد یا گروہ کے ہاتھوں دوبارہ نافذ ہونے کا محتاج ہے۔" انہوں نے مزید کہا کہ: "اگر عوام روزمرّہ کی زندگی میں پانچ وقت نماز کی عادت ڈالیں اور عملی زندگی میں اسلامی ضابطوں کو اپنا لیں تو اسلامی نظام خود بخود نافذ ہو جائے۔" مزید ارشاد فرمایا کہ: اس بات کی توقع نہ رکھیں کہ راتوں رات قوانین کا ایک پلندہ تیار ہو جائے گا، اور کسی مقدس صبح کو اسے معاشرہ پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اور آناً فاناً معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگا جائے گا۔ وغیرہ ذلک۔

جنرل صاحب موصوف نے اجتماعی اور قانونی اصلاح سے زیادہ انفرادی اصلاح و جذبہ پر جسطرح زور دیا اس سے ان نام نہاد مغرب سے متاثر مغربی لبرزم کے خوشہ چینوں کے خیالات یاد آگئے جن کا موقف ابتداء سے یہ رہے کہ مذہب فرد کا نجی معاملہ ہے۔ سیاست اور مذہب الگ الگ چیزیں ہیں اور اخلاقی و سماجی

قدروں میں فرد پر کسی قسم کی پابندی اس کے بنیادی حقوق میں مداخلت ہوگی۔ حکومت کا کام ملک کے اجتماعی معاشی اور حکومتی مسائل تک محدود ہے اور نظام مالیات کو کسی نہ کسی طرح ٹیکسوں سے مستحکم رکھنا ہے۔ اور بس ـــــ نہایت حیرت جنرل صاحب کے اس اندازِ بیان پر ہے جس میں انہوں نے اسلامی نظام کے چودہ سو سال سے نفاذ کا ذکر کیا ہے۔ ہم جنرل صاحب موصوف سے بصد ادب پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی ہمارے اجتماعی اور انفرادی شعبہ ہائے حیات اسلام کی گرفت میں ہیں، کیا ہماری عدالتوں میں تعزیرات ہند اور انگریزی قوانین کی بجائے اسلام کا دور دورہ ہے۔ کیا ہمارے تعلیمی ادارے اور تعلیمی نظام اسلامی تہذیب و تربیت کے گہوارے بن چکے ہیں اور وہ ایک مسلم معاشرے کے لئے اہل اور صالح افراد مہیا کر سکتے ہیں۔ کیا ہمارے قانون ساز ادارے اور اسمبلیاں اسلامی حدود و قیود میں مصروف کار رہتی ہیں، کیا ہمارا نظام معیشت و تجارت اسلامی قدروں پر استوار ہے۔ کیا ہمارے اقتصادیات، سودی نظام کے ماتحت نہیں ہیں، کیا ہمارے ذرائع ابلاغ اسلام کے پابند ہیں، کیا ریڈیو اور ٹی وی کے یہ حیا سوز مناظر جن میں دن بدن ترقی ہوتی جارہی ہے۔ اسلام کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اصول اور تقاضے پر پورے اتر سکتے ہیں۔؟ پھر کیا اسلامی نظام محض اس وجہ سے نافذ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ابدی اور غیر فانی دین کو قیامت دشمنی کے تحریف و تبدل سے محفوظ کر دیا ہے، اور وہ قرآن و سنت کی شکل میں بحمد للہ ہمارے پاس مکمل صورت میں موجود ہے اور لوگ اگر چاہیں تو اپنی مرضی سے انفرادی طور پر نماز روزہ حج و زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں ـــــ تو اسلام کا یہ نفاذ تحریک پاکستان اور پھر حالیہ تحریک نظام مصطفیٰ کی لامثال قربانیوں کے لئے وجہ جواز بن سکتا تھا۔؟ کیا انگریز کے عہد میں "اسلامی نفاذ" کی موجودہ شکل نہ تھی کیا اتنا کچھ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں ہمارے پاس نہ تھا۔ ؟ کیا یہ اسلام اب بھی سیکولر بھارت میں نافذ نہیں ؟ اور پھر کیا جابر و فاسق حکمران بھٹو کے دور حکومت میں یہ اسلام نافذ نہیں تھا۔ اسلام کا اتنا نفاذ تو موجودہ کمیونسٹ ممالک میں بھی ہم دیکھ سکتے ہیں، کیا اصلاح معاشرہ کیلئے حکومت کی ذمہ داری صرف وعظ و تبلیغ تک محدود ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے تمکنت فی الارض کے بعد (اقتدار ملنے والوں کیلئے) سب سے پہلی ذمہ داری یہ نہیں لگائی کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے نظام کا قیام بھلائیوں کی اجراء اور منکرات کی بیخ کنی سب سے اہم اور مقدم فریضہ ہوگا۔ وعظ و تبلیغ کے ساتھ بلکہ اس سے زیادہ حکومت کی ذمہ داری سالانٹ کو قوت و طاقت کے ذریعہ تبدیل کرنے کی ہے۔

فلیغیرہ بیدہٖ ـــــ وعظ و تبلیغ تو ہر عالم اور داعی و مبلغ ہر جمعہ کو منبر و محراب میں کرتا رہتا ہے۔ کیا دیگر ملکی مسائل و قوانین کی پابندی میں ہم عوام کو صرف تبلیغ کر کے آزاد چھوڑتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو ٹیکس ادا کریں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ماحول بنانا ہے۔ مگر جب یہ ماحول خود بخود بن سکتا ہے اور اسلامی تقاضوں کی تکمیل　نفاذِ احکام و قوانین کے ہو جاتی ہے۔ تو اس کے بعد اسلامی نظام

کے نفاذ کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ افسوس کہ مرغی پہلے یا انڈہ؟ قسم کی اس بحث نے ہماری قومی زندگی کے ۳۲ سال ضائع کر دیئے ہیں۔ اور آج قوم کی نظریں جس مردِ مومن کی ذات پر لگی ہوئی ہیں، حیف صد حیف کہ اپنی صاف دلی و صاف گوئی اسلام سے لگن اور وابستگی کے باوجود وہ بھی اسی ژولیدہ فکری، اور غیر یقینی کیفیت کا شکار ہیں جس کا مظاہرہ ہم اسلام کے بارہ میں جدید دور کے مخصوص دانشوروں کے افکار و خیالات سے ہوتا رہتا ہے۔

جنرل صاحب نے اپنی تقریر میں اسلامی قوانین کی مشاورتی کونسل کی کارکردگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کو تاخیر و تعویق میں ڈالنے کا شکار اس ملک میں سب سے زیادہ ایسی کونسلوں کی آڑ میں کھیلا گیا ہے۔ حالیہ تحریک نظامِ مصطفیٰ کے دوران اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جتنا میدان تیار ہوا ایسا کبھی نہ تھا۔ لوہا ہر طرح گرم ہو چکا تھا۔ اسے فوری طور پر اسلامی معاشرہ کے سانچوں میں ڈھالنے کی ضرورت تھی مگر ہوا یہ کہ چند معتمد علماء کے اضافے سے دوبارہ قوم کو اسلامی کونسل کی نوید سنا دی گئی ایسی کونسل جو پچھلے ادوار کی طرح اب بھی بے بس تھی درحقیقت اس کا کام اتنا تھا کہ وہ مہینوں اور ہفتوں کسی منقح اور طے شدہ مسائل پر طبع آزمائی کر کر کے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور کو بھیجے، اس میز سے یہ مسائل وزارتِ قانون کو منتقل ہوں اور وہاں سے جا کر اربابِ اختیار کے رحم و کرم پر رہ جائیں اس طویل چکر سے یہی ہوا کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ قوم میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی، جذبات سرد ہو گئے۔ موجودہ مشاورتی کونسل بھی اسلام کے بارہ میں بیوروکریٹی اصول سُرخ فیتے کے چکر کا ایک مقدس غلاف بنا ہوا ہے۔ اس نے کھل کر قوم کو اعتماد میں نہ لیا نہ یہ کون کون سی ترجیحات پر مبنی سفارشات اس نے پیش کیں۔ نہ خود اس نے اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کی بنا پر اپنی سفارشات کے بارہ میں حکومت سے باز پرس کی کہ اگر پیش رفت نہ ہو سکی تو وہ اس جھنجھٹ سے نکل آتے بلکہ کونسل کے اہل حل و عقد نے اس کے برعکس جب بھی کوئی بیان دیا تو یہی کہ اسلام کا نفاذ کرنا کوئی کھیل نہیں یہ کام منٹوں میں نہیں ہو سکتا اور یہ کہ اسلام کے نفاذ کا کام اتنا پیچیدہ غیر منقح اور غیر منضبط ہے کہ چودہ سو سال میں گویا علم و تحریر کے میدان میں کچھ ہوا ہی نہیں اور اب چودہ سو سال کے بعد اللہ نے فرشتے اتار دیئے ہیں، جن کے ذریعہ ترتیب و تنقیح کا کام ہو رہا ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ ہوا تو تحریر و تصنیف کے میدان میں قوم کو ایک خزانہ تو مل ہی جائے گا۔ حالانکہ قوم کو مقالات رپورٹوں اور دستاویزات کی نہیں اسلام کے نفاذ کی ضرورت ہے۔ اسلامی کتب خانہ مدون شکل میں بھی ان سب باتوں سے مالا مال ہے۔ کونسل صرف قوم کو مایوسی دے رہی ہے اور یہ تاثر کہ اسلام تو موجودہ حالات میں قابلِ عمل ہی نہیں، ہم بصد خلوص و محبت جنرل صاحب موصوف اور کونسل کے محترم و معظم ارکان سے اپیل کرتے ہیں کہ خدارا اس سنہری موقع کو ضائع نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عملاً کچھ کر دکھائیے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۱۵ر جولائی ۷۸ء

دعواتِ حق

ضبط وترتیب : ادارۃ الحق

غیر مطبوعہ خطبات

دین کی جامعیّت
اسلام ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب چاہتا ہے

ارشادات
حضرت
شیخ الحدیث
مولانا
عبدالحق
مدظلہ

خطبۂ عیدالاضحیٰ۔ عیدگاہ اکوڑہ خٹک۔ حاضرین تقریباً ۱۵ ہزار
(۱۰ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقۃ من مال وما زاد اللہ عبداً بعفوٍ
الا عزاً وما تواضع احدٌ للہ الا رفعہ اللہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

محترم بزرگو ! میری آواز سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، قلب کی کمزوری اور عام ضعف کی وجہ سے بھی، پھر قابلیت و اہلیت بھی ایسی نہیں کہ آپ کے سامنے بیان کر سکوں، البتہ ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث تبرکاً پیش کر دی ہیں۔

دین کی جامعیت | الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیۃ۔ انبیاء کی بعثت کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال تک پہنچ گیا، جیساکہ یہ سورج طلوع ہوا ہے، تو ستارے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ مگر ان کی روشنی ماند ہو چکی ہے۔ چراغ جلا دو، لالٹین جلا دو، بجلی جلا دو۔ مگر دن کو روشنی نہیں کر سکتے رات کو کر سکتے ہیں، دن کو ضرورت ہی نہیں رہی ایسا ہی سمجھ لیں کہ دین کو خدا نے کمال تک پہنچانا تھا، اس دین میں عبادات بھی موجود ہیں، اس دین میں معاشرت بھی ہے۔ اس میں معاشیات بھی موجود ہیں۔ اس دین میں حکومت کرنے کا طریقہ بھی ہے۔ اور رعایا پروری کا بھی۔ رعیت پر سلطان کا کیا حق ہے یہ بھی ذکر ہے۔ والد کا بیٹے پر کیا حق ہے، بیٹے کا والد پر کیا حق ہے۔ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے۔ اور شوہر کے بیوی پر کیا حقوق ہیں۔ الحمدللہ آج مسلمانوں کو اتنا ربط اور تعلق تو ہے۔ کہ کبھی عید یا جمعہ کے موقع پر مسجد میں جمع ہو

جاتے ہیں۔ عبادات کا ایک حصہ روزہ یا حج یا نماز۔ اس تھوڑے حصہ پر عمل کچھ نہ کچھ تو مسلمانوں میں ہے مگر دیکھئے صرف عبادات مکمل دین نہیں۔ مکمل دین اس وقت ہوگا کہ معاشرہ بھی ہمارا اسلام کے مطابق ہو جائے۔ شادی، خوشی، موت، غم، صنعت، تجارت، حرفت، معیشت سب قانون شرع کے ماتحت ہو جائیں تب دین آئے گا۔

دین مخدوم اور دنیا خادم | اور میرے بھائیو! جب دین ایک مرتبہ آجائے کسی جگہ پر وہاں دنیا بھی آ جاتی ہے، دین مخدوم ہے اور دنیا خادم ہے۔ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آپؐ ایک دن مسجد میں تشریف لائے ایک ہاتھ میں ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ ہے، دوسرے میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ ہے اور فرمایا یہ دست بدست جیسے میرے ساتھ مسجد میں آئے ہیں ایسے ہی جنت میں بھی میرے ساتھ ہونگے حدیث میں ہے، ابوبکرؓ فی الجنۃ۔ عمرؓ فی الجنۃ۔ عثمانؓ فی الجنۃ۔ علیؓ فی الجنۃ۔ اور وہ ۱۵ سو صحابہؓ جنہوں نے بیعتِ رضوان کیا تھا، تو اللہ نے ان کے بارہ میں اعلان فرمایا کہ: لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔الآیۃ رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ۔ اللہ ان صحابہؓ سے راضی ہے اور صحابہؓ تو خود اللہ سے خوش اور راضی ہیں، دین بھی آگیا اور دنیا بھی آگئی۔

نصرتِ دین کی برکات | جس جگہ پر دین موجود ہوگا اور لوگوں میں نصرتِ دین کا مادہ ہوگا، صرف انسان نہیں پانی اور ہوا بھی اس کے مسخر ہو جاتے ہیں۔ عناصر اربعہ اس کے مسخر ہو جاتے ہیں، دین آیا تو دنیا بھی آئی دین آجائے تو قیصر و کسریٰ کا تخت و تاج قدموں میں ہوگا اور اگر دین پر عمل کیا تو یہ زمین اور یہ بادل اور یہ دریا یہ بھی مسخر ہوں گے اپنے طور پر نہیں کہہ رہا، آپ کو معلوم ہے کہ مصر فتح ہوا تو دریائے نیل سال میں ایک بار خشک ہو جاتا پانی اتر جاتا کہ کھیت سیراب نہ ہو سکتے۔ تو لوگوں کی یہ رسم تھی کہ ایک جوان لڑکی کو شادی کا لباس پہنا دیتے، ایک جلوس کی شکل میں اُسے لاکر ایک خونی گرداب پانی کی گہرائی میں اتار لیتے تو دریا جوش میں آجاتا۔

مسلمانوں کی حکومت آئی حضرت عمرو بن العاصؓ کو اس رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ یہ رسم روک دو۔ میں امیر المومنین سے دریافت کروں گا کہ اسلام میں اسکی گنجائش ہے۔؟

رسوماتِ جاہلیت | بھائیو! آج کے دن حضور اقدسؐ نے عرفات میں اعلان فرما دیا تھا کہ جاہلیت کی تمام رسومات اور طریقے میرے قدموں کے نیچے پامال ہو گئے ہیں میں نے انہیں کچل دیا ہے۔ آج ہمارے محلہ کی رسومات ہیں، علاقائی رسومات ہیں، پشتون قوم کی رسومات ہیں۔ یہ ساری رسومات جو جاہلیت کی ہیں ناروا ہیں۔ اسلام سے فیصلہ مانگو گے جنہیں حضورؐ نے پاؤں میں کچل دینے کا اعلان فرمایا۔ یہاں تک

کہ فرمایا حضورؐ نے کہ اے مسلمانو ! ایک دوسرے سے قتل مقاتلے کے انتقام اور بدلے سارے آج سے معاف، خواہ جاہلیت کے دور میں ہوئے یا اسلام کی آمد کے بعد جاہلیت کے انتقامی طریقے کہ ایک کے قتل کا بدلہ دوسرے سے اور کئی کئی نسلوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسے اسلام نے ختم کرا دیا ہے۔ فرمایا : الا لا یجنی جان علی ولدہ۔ یاد رکھو کہ اگر والد مجرم ہے تو بیٹا نہیں پکڑا جائے گا، باپ نے قتل کیا تو اس کے بیٹے کے پیچھے پستول نہیں اٹھائے پھرو گے۔ اور اگر بیٹے نے جرم کر دیا تو بوڑھا والد گنہگار نہیں کہ اسے قتل کر دو۔ قاتل باپ کے معصوم بچے کو راستہ میں پکڑ کر قتل کر لیا، اور فخر کیا کہ بدلہ لیا ہے؟ یہ بدلہ نہیں یہ ظلم ہے یہ جاہلیت کی باتیں ہیں۔

گھر سے اصلاح رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب سے اوّل میں اپنے گھر سے اصلاح شروع کرتا ہوں حضورؐ کے خاندان میں بنو ہاشم میں ربیعۃ بن الحارث کے خون کا بدلہ باقی تھا، فرمایا میں نے اسے معاف کر دیا۔ اور جب واعظ اور مبلغ خود عمل شروع کر دے تب اور بھی عمل کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان اپنے بنو اعمام کا خون معاف کر دیا تو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ اور حاضرین نے بھی معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ پھر والد کا قاتل بیٹے کا قاتل شانہ بشانہ چلتا رہا۔ ابو جہل کو آپ جانتے ہیں، بدر میں مردار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں۔ مگر اس کا بیٹا حضرت عکرمہؓ مسلمان ہوتے ہیں تو نمازوں میں صحابہؓ کے شانہ بشانہ شریک ہیں جہاد میں صحابہؓ کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ یہ پشتون والی کے خلاف ہے، میرے خیال میں پشتون والی اور جہنم والی مترادف ہیں، کچھ مناسبت تو ہے ان میں، یہ ہم پٹھان ہیں۔؟ فلاں نے ہمیں گالی دی، اس نے مجھے اونچا دیکھا۔؟ کیا میں اب اتنا بے غیرت ہو جاؤں کہ بدلہ لئے بغیر مونچھ اونچے رکھوں گا۔؟ نہیں میں بدلہ لوں گا۔ تو کہئے کیا یہ اسلام ہے یا یہ جہنمیت ہے۔ اور بدلہ بھی مجرم اور قاتل سے نہیں بلکہ اس کے خاندان سے۔

سود کی تباہ کاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرماتے ہیں کہ سود حرام ہے۔ یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات۔ (سورہ ۲ آیت : ۲۷۶) دیکھئے سود خور مٹتا ہے ۵ سال دس سال اس کے باغات بنگلے اور جائیداد کی رونق روبہ ترقی رہتی ہے۔ اللہ حلیم ہے جلدی گردن نہیں دبوچتے اس کے سامنے سزا کے لئے قبر ہے، دوزخ ہے، قیامت ہے۔ پھر اس دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ سزا مل کر رہتی ہے۔ تو سود خواروں کو دیکھا ہے کہ خود تو کچھ عرصہ مزے اڑا لیتا ہے پھر بڑھاپے میں دربدر پھرتا رہتا ہے۔ اس کی اولاد اور پوتے پڑپوتے در در کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ برطانیہ کی سلطنت میں سورج نہیں غروب ہوتا تھا۔ آج برطانیہ ایک جزیرہ میں بند ہو گیا۔ یمحق اللہ الربوا۔ سود کو خدا مٹا کر چھوڑتا ہے۔

صدقات کی برکات | ویُربی الصدقات ، صدقات کو خدا بڑھاتا ہے ، آج جو اپنی اپنی ہمت کے مطابق قربانی کے جانور خریدے ہیں کسی نے دوسو روپے کا کسی نے پانچ سو روپے کا ، تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے قربانی کی اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دیں گے ، اسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے ۔ قربانی جس نے اللہ کی رضا کے لئے کی وہ کل پرسوں دیکھے کہ اس کے جیب بھر گئے ہیں یا نہیں ، اول تو یہ دنیا دار الجزاء ہے نہیں ، لیکن ہمارے جیسے ضعفاء اور کمزوروں پر اللہ رحم فرماتے ہیں اور دنیا میں بھی ثمرات دکھلاتا ہے ۔ تو حضورؐ نے اعلان کیا کہ ایک دوسرے سے سود نہیں لوگے نہ قرض پر منافع لوگے ۔ آج یار لوگ اسے منافع کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سود کو چھوڑ دینا آسان کام نہیں بڑا مشکل کام ہے ۔ یہ ہم اسمبلی میں تھے تو سود کے خاتمہ کے بارہ میں بل پیش کر دیا ، اکثریت کیوجہ سے رد ہو گیا ۔ اور جو قوم سود کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا اس قوم کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے ۔ فأذنوا بحرب من الله . الآیۃ یہ یورپ آج تباہ ہے ، اس قوم کی ظاہری نمائش کو نہ دیکھیں ، اس سے دھوکہ نہ کھائیں ۔

تجدید عہد | آج کے دن کیلئے یہ اعلان بھی اخبارات میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ہم ان سب باتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجدید عہد کریں ۔ جو ہم نے پہلے بھی کیا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے مانگتے تھے ۔ کہ وہ اسلامی حکومت کا ایک نمونہ ہو گا ۔ اور ہم یورپ کو بتلا سکیں گے ۔ کہ اسلامی نظام ایسا ہوتا ہے ، ایسا آرام و اطمینان ہوتا ہے ، ہم ایسا معاشرہ قیام پاکستان کے وقت مانگ رہے تھے ۔ جہاں بھوکا نہ ہو جہاں ننگا نہ ہو جہاں پیاسا نہ ہو ، جہاں زنا نہ ہو جہاں فحش نہ ہو جہاں برائیاں نہ ہوں جہاں جوا نہ ہو ، وہ سب کام جو جان و مال کے لئے نقصان دہ ہوں وہ نہیں ہونے دیں گے ۔ پاکستان نہ ہوتا تب بھی ہم نماز روزہ ادا کر سکتے تھے ، ہندو اور انگریز ہمیں نماز سے نہیں روکتا تھا ، کلمہ طیبہ پڑھنے سے نہیں روکتے تھے حج سے بھی اور اب بھی نہیں روک رہے ہے ، پاکستان اس لئے مانگا تھا کہ اس میں اسلامی معاشرہ قائم کر کے دنیا کو ایک نمونہ دکھا سکیں گے کہ اس معاشرہ میں کتنی عافیت اور سہولت ہے ۔ معاشرہ کی تفصیلات بیان کرنے کا وقت نہیں ، البتہ وہاں روٹی کپڑے مکان کا کوئی محتاج نہیں رہے گا ، کیا ایسی سلطنت ہو سکتی ہے ۔ ؟ ہاں حضرت عمرؓ خلیفہ ہیں حضرت عثمانؓ خلیفۃ المسلمین ہیں ۔ یہ کابل تک حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلامی فتوحات پہنچیں تو ان کے دور میں پیدا ہوتے ہی معصوم بچوں کی تنخواہ اور وظیفہ مقرر کر دیا ۔ کہئے اب اسلام جہاں آیا معاشرہ جہاں کا بہتر ہوا وہاں پریشانی اور حاجتمندی باقی رہ سکتی ہے ، آج ہم یہاں عیدگاہ میں ۳۰ سال قبل کے عہد و میثاق پر غور کر لیں کہ پاکستان کا معنی کیا ہے ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ۔ پورا کلمہ پڑھ لیا کریں کہ پاکستان کا معنی یہ ہے کہ یہاں سب کچھ

خدا اور اس کے رسول کی مرضی پر ہو گا۔ آج میں اس عید گاہ میں پھر اقرار کرتا ہوں کہ میرا چلنا پھرنا تجارت و معیشت سب کچھ اسلام کے ماتحت ہو گا، یہ تجدید کرنا اور کرانا تو کام ہی ہے مسلمانوں کا تو آج بھی اس کی تجدید ہونی چاہئے۔

الغرض حضورؐ نے سود کی حرمت کا اعلان کر دیا تو ساتھ عملاً حضرت عباسؓ اپنے چچا کے بارہ میں اعلان کر دیا کہ اس کا سود بھی اور اصل سرمایہ بھی سوختہ ہو گیا ہے۔ فرض کیجئے کہ ۵ کروڑ روپے ہوں ۵ لاکھ روپے ہوں وہ سب سوختہ کر دئے گئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی حرمت کا اعلان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ملک میں بھی اقتصادیات کا ایسا نظام لے آئے جو سود سے خالی ہو۔ کوششیں جاری ہیں چونکہ دنیا بھر میں ایک سمندر سودی نظام کا بہہ رہا ہے اس لئے اس نظام سے ہٹنا کچھ مشکل لگ رہا ہے، ورنہ اللہ کی مدد ہو اور عزم ہو تو مشکل نہیں۔

دین ہر شعبۂ زندگی پر حاوی تو اللہ نے اعلان فرما دیا: الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیۃ۔ اور دین صرف نماز کا نام نہیں وہ بھی دین ہے جس نے نماز پڑھ لی اس کے لئے روشنی بھی ہو گی، حجۃ بھی ہو گا اور برہان بھی اور جس نے نماز چھوڑ دی ہو اسکو نہ روشنی ہو گی نہ دلیل اور برہان اس کے پاس ہو گا۔ وہ فرعون و ہامان قارون اور ابی ابن خلف کے ساتھیوں میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین۔ نماز تو ضروری اور لازمی چیز ہے لیکن صرف اس نماز سے چھوٹ نہیں سکتے کہ مسجد سے نکلے تو تکبر شروع کیا ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو گئے قتل و قتال ہونے لگا۔ یہ دین نہیں دین پر یہ عمل نہیں

عند اللہ معیارِ قبولیت حضورؐ حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم سب بنو آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے وجعلناکم شعوبا وقبائل۔ قبیلے اور خاندان اس لئے پیدا کئے کہ معاملات و معاشرت میں ایک دوسرے کی جان پہچان قائم رکھی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ دولت کے قدردان نہیں نہ وہ شکل و صورت کی قدر کرتے ہیں نہ حکومتوں اور خزانوں کے قدر کرتے خدائے پاک تقویٰ کی قدر فرماتے ہیں۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سے مکرم اور محترم وہ ہیں جو تم میں سے اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہوں جو جتنا زیادہ متقی ہے، پرہیزگار ہے وہ اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہے۔ ابولہب کیسے خاندان سے ہیں مگر نماز میں پڑھتے ہو کہ تبت یدا ابی لھب۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں، وجہ کیا تھی ایمان اور تقویٰ نہیں تھا، رنگ اچھا تھا شکل اچھی تھی دولت بھی تھی عزت بھی مگر تقویٰ نہیں تھا اور حضرت بلال کا چہرہ انور حبشی سیاہ ہونٹ ناک بھی حبشیوں جیسی مگر امیر المومنین حضرت عمرؓ جن سے قیصر و کسریٰ کانپتے تھے وہ فرماتے تھے کہ ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا۔ کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار (حضرت بلالؓ)

کو آزاد فرما چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو سید کہتے ہیں، وجہ یہی تقویٰ اور ایمان کی فضیلت تھی یہ آج جو ہم حضرت ابراہیم کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے ہاتھ میں فوج نہ تھی دولت نہ تھی مگر آج ہم جان کی قربانی دے رہے ہیں اور ان کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے جان کے بدلے جانوروں کی قربانی دے رہے ہیں، اگر خدا نے جان کی قربانی سے روکا نہ ہوتا تو آج ہم جان پیش کرتے یہ عزت کس بات کی ہے ؟ یہ تقویٰ کی عزت ہے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ (سورہ ۶۳، آیت ۸) عزت اللہ اور رسول اور مومنوں کی ہے۔ منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ان کی نظر ظاہری باتوں پر ہوتی ہے ـــــ فرمایا اے مسلمانو! تم ایک دوسرے کو معاف کرتے رہو۔

حرمت بنی آدم | تمہارے اموال تمہارے خون اور جان وعزت ایک دوسرے پر ایسے محترم اور حرام ہیں جیسے آج کے دن آج کا مہینہ اور یہ مقام مقدس ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان کا خون مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو جان اور عزت یہ تم سب پر ایسے واجب الاحترام ہیں ایسے عزتمند ہیں ایسے محترم ہیں جیسے یہ سب چیزیں مقدس ہیں، ایک روایت میں حضرت ابن عمر کا اور ایک روایت میں حضور اقدسؐ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا اے خانہ کعبہ تم بلاشبہ بے حد محترم ہو مبارک ہو مقدس ہو مگر ایک مومن کی حرمت تم سے بھی بڑھ کر ہے کسی نے ایک مسلمان کو تباہ کر دیا گویا اس نے خانہ کعبہ کو آسمان اور زمین سب کچھ کو تباہ کر دیا۔

تو بھائیو! کسی نے عبادات پر نماز پر عمل کیا تو عبادت ادا ہوگئی، مگر آپ کا معاشرہ کیسا ہوگا ؟ ایسا نہیں کہ تلوار چھری اور بندوق اٹھائے مسلمانوں کو قتل کرتے پھرو گے۔

اسلامی معاشرہ | جبرئیل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آکر فرماتے ہیں : صل من قطعک۔ ایک شخص آج تم پر سلام کہہ دے اور تم اس سے منہ پھیر لو تو یہ اسلام نہیں جو تم سے کاٹتا ہے تم اس سے جوڑو گے اس نے تجھے کسی موقع پر یاد نہیں کیا مگر تم اسے یاد کر لو وہ تیری دعوت اور خوشی وغمی میں شریک نہیں ہوا مگر تم اسے یاد کر لو شریک ہو جاؤ۔ صل من قطعک ۔ جو تم سے قطع صلہ رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ واعف عمن ظلمک ۔ جو تم پر ظلم کرے زیادتی کرے تم اس سے درگذر کرو۔ اسے معاف کرو۔ بدلہ انتقام کے پیچھے مت پڑو۔

حضورؐ کا دشمنوں سے حسن سلوک | رسول اللہؐ نے ۲۱ سال بعد بیت اللہ پر مکہ معظمہ پر اور جزیرۃ العرب پر حکومت آئی سب مخالف قیدیوں کی شکل میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اب حضورؐ ہماری گردنیں

کاٹ دینے کا حکم دیں گے۔ مگر رسول اللہؐ نے اٹھ کر فرمایا : انتم الطلقاء - تم سب آزاد ہو جو راستہ اپنانا چاہو اپنالو جو مذہب اختیار کرنا چاہو اختیار کرو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ دیکھئے یہ تھا واعف عمن ظلمك - یہ تو قریش تھے جن سے معافی کا معاملہ فرمایا۔

اور ابوجہل کو جانتے ہو وہ تو سب سے بڑھ کر آپ کا دشمن تھا اسے ہر موقع پر آپ کو ایذار رسانی کی فکر رہتی، ایک دفعہ حضورؐ کو قتل کرنے کیلئے اُسے یہ سوجھی کہ گھر بلاکر آپ کو قتل کر دیا جائے یہ اُسے معلوم تھا کہ حضورؐ کسی بھی شخص کی تیمارداری اور بیمار پرسی ضرور فرماتے ہیں تو جھوٹا بہانہ اپنی بیماری کا بنالیا، بستر پہ دراز ہوگیا اور راستہ ہی میں ایک گڑھا کھود دیا اوپر سے چٹائی اور گھاس وغیرہ سے اسے ڈھانپ دیا یقین تھا کہ حضورؐ میری بیماری کا سن کر عیادت کے لئے تشریف لائیں گے۔ باہر اپنی بیماری کی شہرت کرادی کہ حضورؐ آجائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا حضورِ اقدسؐ مکہ معظمہ میں ابوجہل کی عیادت کرنے آتے ہیں۔ دروازہ میں داخل ہوئے تو حضرت جبرائیل نے ابوجہل کی سازش کی اطلاع دیدی، کہ بستر کی راہ میں اس نے گڑھے کو ڈھانپ دیا ہے کہ آپ اس میں گر پڑیں اور اوپر سے یہ پتھر مار دے، تو جب حضورِ اقدسؐ واپس ہونے لگے ادھر ابوجہل سمجھ گیا اور گھبرا کر اٹھا کہ ہاتھ آیا ہوا شکار اب ہاتھ سے بچ کر جا رہا ہے۔ اکیلے میرے گھر پر آئے ہیں گڑھے کے قریب ہیں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اب دوڑ کر دروازہ بند کرنے لگا کہ آپ کو گھیر لیا جائے اسی جلدی میں خود اپنے ہی کنوئیں میں گر پڑے، چاہ را چاہ درپیش، خود گڑھے میں پھنس گیا، اب حضورِ اقدسؐ کو جب محسوس ہوا کہ ابوجہل گر پڑا ہے۔ تو واپس ہو گئے —— کوئی دوسرا ہوتا تو بھاری پتھر اٹھا کر اُس پر دے مارتا کہ یہ تو میرے مارنے کے درپے تھا مگر حضورِ اقدسؐ نے یہ کیا کہ اپنی پگڑی اور چادر مبارک باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دی۔ کہ اسے پکڑ لو کہ کھینچ کر نکال دوں۔ اُسے نکال دیا تو پھر اسکی تیمارداری فرمانے لگے کہ سر پہ پاؤں پر تو چوٹ نہیں لگی۔ یہ تھا عملی نمونہ صل من قطعك کا کہ جو تم سے دشمنی کرے تم پر ظلم کرے تم دشمنی مت کرو ظلم مت کرو جیسا کہ حضورؐ نے کہا : واحسن الی من اساء الیك - کسی نے تیرے سے برا کیا اب تمہارے ہاتھ میں حکومت آگئی تجارت آگئی طاقت آگئی تو یہ مت کرنا کہ اس سے فلاں فلاں اوقات کے سلوک بد کا بدلہ لینے لگ جاؤ۔ یہ تو ایسا ہے کہ کوئی کتا کسی کو کاٹ کھائے تو وہ انسان بھی کتے کو کاٹنے کے درپے ہو جائے، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ برے کے مقابلہ میں اچھا کرو۔

بہرتقدیر یہ دو چار جملے اس خطبۂ مبارک کے بیان کر دئے، ایک تو یہ کہ اے لوگو! تم سب ایک والد کی اولاد ہو ذات اور نسب پہ فخر مت کرو۔ اور خدا کے نزدیک حضرت بلالؓ کی حیثیت ابوجہل اور ابولہب سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان ایام کے احترام کی طرح ایک دوسرے کے جان ومال، عزت وآبرو کا سارا سال احترام کروگے۔

تیسری بات یہ کہ حضورؐ نے فرمایا جو بھی باپ عزت دار ہوگا معزز ہوگا تو اولاد کی برائیوں سے رسوائیوں سے اسے ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ والد بزرگ ہیں اور بیٹا جواباز قاتل اور مجرم ہے۔ پولیس اس کے درپے رہتی ہے، تو باپ ذلت محسوس کرتا ہے۔

تو حضورؐ کی جو شفقت ومحبت ہے ہمارے ساتھ ہزار باپ اور ماں کی شفقت ومحبت اس پر قربان ہوجائے وہ ہمارے روحانی والدین تو وہ فرماتے ہیں کہ اے قوم اے میری امت ایک بات کا خیال رہے کہ میدان محشر میں ساری اقوام جمع ہوں گی، ہر شخص کی گردن پر اعمال کا پلندہ ہوگا، ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی گردن پہ حج روزے زکوٰۃ نماز اور عبادات کی گٹھڑیاں ہوں، اور تم میری امت، ہو کر کسی کا پرایا ہوا اونٹ کسی کی چرائی ہوئی بکری اور زمین سر پر لادے پھرو۔

صرف دنیا کی زندگی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے لئے لوگ آخرت کے اعمال لائیں گے ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ کچھ نہ ہو صرف دنیا کے اعمال ہوں۔ بہر تقدیر مختصر وقت ہے آپ کا عزیز وقت لیا۔ اب ہم عہد کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہم پورے اور مکمل اسلام کی پیروی کریں گے۔ اور ہماری زندگی معیشت تجارت سیاست تمدن ہماری موت زندگی سب رسم ورواج شریعت کے ماتحت ہوں گے قرآن کی پیروی کریں گے۔ رسول اللہ کی پیروی کریں گے۔ ایسا کرلیا تو جیسا کہ حضرت عمرؓ کے دریائے نیل میں خط ڈال دینے سے وہ تعمیل حکم کرنے لگ گیا اور آج تک جاری ہے تو ان شاء اللہ اسی طرح کائنات پر آپ کی بات بھی چلے گی اور دنیا خدا تمہاری تابع کر دے گا۔ ورنہ اگر وہی رواجی اور رسمی اسلام ہی رہا تو پھر ہمارے لئے اعلان یہ ہے کہ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم۔ تم نے روگردانی کرلی تو تمہاری جگہ کوئی اور آجائے گا۔ اور کہتے ایمان نہ ہو کہ اس پاکستان میں اس ۳۰ سال کے عرصہ میں کتنی کرسیاں الٹ دی گئیں، کیسے کیسے انقلابات آئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحق کے خاص مقالہ نگار
جناب ابو مذثرہ کے باطل شکن قلم سے

بہائی تحریک

انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں ایران میں ایک تحریک نے جنم لیا جو بابیت اور بعد میں بہائیت کے نام سے مشہور ہوئی۔ تاریخ اسلام کے اوراق پر طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم ایران میں مختلف ادوار میں تجدید و اصلاح کے نام سے جو تحریکیں اٹھیں ان میں سے اکثر تحریکات سیاسی تھیں اور ان کے در پردہ اسلام دشمن طاقتوں خصوصاً یہودیوں کا ہاتھ تھا جو ایران کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور وسط ایشیاء اور روس کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے۔ اسلامی عہد میں ان تحریکوں کو یا تو بزور کچل دیا گیا یا اہل اسلام نے اس خطرے کا مقابلہ کر کے اس کا موثر سدِ باب کیا۔

اٹھارھویں صدی میں یورپی استعمار نے دنیا کے تمام ممالک کو محکوم بنانے کی مذموم روش اختیار کی۔ انہوں نے ایشیاء اور افریقہ کی اسلامی ریاستوں کو اپنی سازشوں کا نشانہ بنایا۔ اور اس وقت کی نہایت مضبوط اسلامی حکومت سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ یہی وہ دور تھا جب یہودی قومیت نے نئی کروٹ لی۔ اور دنیا کے کئی ممالک میں مسیح موعود اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے یہود کو صیہون (فلسطین) کی پہاڑی پر بسانے اور ان کی ایک آزاد ریاست کے قیام کے لئے جد وجہد کی۔ ان کا سب سے بڑا مقصد ترکی حکومت سے فلسطین کو حاصل کر کے وہاں یہود کو آباد کرنا تھا۔ اس سازش نے بعد میں صیہونیت ZIONISM (۱۸۹۶ء) کا روپ دھارا۔ اور برطانوی سامراج سے گٹھ جوڑ کر کے نہایت مکروہ سازشیں کیں۔

ہندوستان میں قادیانی تحریک (۱۸۸۰ء) کے آغاز سے قبل ایران میں بہائی تحریک پر پرزے نکال چکی تھی۔ دونوں تحریکوں کا بنیادی مقصد ایک تھا اور دونوں کے پس پردہ یہودی سازش کار فرما تھی۔ ایران کے شیعہ مسلمانوں کو بہائیت سے جو خطرات درپیش تھے وہی خطرات ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم قادیانیت سے لاحق تھے۔ عصر حاضر کے عرب محققین قادیانی اور بہائی تحریک کے یہودیت اور صیہونیت سے روابط کا سراغ لگا چکے ہیں۔ مصر کے فاضل مفکر عباس محمود العقاد، شیخ ابوزہرہ، شیخ محب الدین الخطیب، شیخ محمد، محمد المدنی اور ممتاز

مراکشی سکالر ڈاکٹر عبدالکریم غلاب کی قابلِ قدر تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہودیت اور قادیانیت کا زبردست فکری اتحاد ہے۔ اور قادیانی تحریک عالمی صیہونیت کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے برطانوی ہند میں اٹھائی گئی تھی۔ اس کی جڑواں بہن بہائی تحریک کے پسِ پردہ کارفرما سازشوں اور یہودیوں کے سیاسی عزائم کے بارے میں قاہرہ کے ایک فاضل محقق نے ایک عمدہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ جو عرب دنیا میں کافی مقبول ہوئی ہے۔ فاضل مؤلف عبدالرحمٰن وکیل نے ناقابلِ تردید شواہد کی روشنی میں بتایا ہے کہ بہائیت عالمی یہودی تحریک کا ایک گھناؤنا روپ ہے۔ جس کے ڈانڈے حسن بن صباح کی باطنی تحریک سے جا ملتے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے قاری کو احساس ہوتا ہے کہ یہودی کس کس طور سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ فاضل مصنف عبدالرحمٰن وکیل کی تالیف کا نام " البہائیۃ تاریخہا وعقیدتہا وصلتہا بالباطنیۃ والصہیونیۃ " ہے جو السنۃ المحمدیہ پریس قاہرہ میں ۱۹۶۲ء میں طبع ہوئی۔

بابیت | اس پس منظر کے بعد بابی تحریک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ اس تحریک کا مرکز شیراز (ایران) تھا۔ اس علاقہ کے ایک تاجر سید محمد رضا کے بیٹے سید علی محمد نے یکم محرم ۱۲۳۵ھ (۱۸۴۴ء) میں ۲۷ سال کی عمر میں دعویٰ کیا کہ وہ باب ہے۔ اس شیعہ اصطلاح کا مفہوم یہ تھا کہ وہ ایک ایسی ہستی کے ظہور کا پیش رو ہے جس کا ابھی ظہور نہیں ہوا۔ اس نے قائم آلِ محمد اور موعود مذاہب ہونے کے بھی دعوے کئے۔ اور اپنے مریدوں کو ایک ظہور اعظم کی بشارت دی جسے آپ نے من یظہرہ اللہ اور بقیۃ اللہ کے نام دئے۔

علی محمد باب کے والد کا ان کے بچپن میں انتقال ہو چکا تھا۔ اور ان کی پرورش ان کے ماموں سید علی نے کی۔ آپ نے شیخ محمد عابد کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر تجارت کرنے لگے۔ ایران کے شہر بندر بو میں آپ نے الگ کاروبار شروع کیا۔ ۲۲ سال کی عمر میں شادی کی۔ آپ کی ابتدائی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ نہیں جسے غیر معمولی قرار دیا جا سکے۔ باب کے شیعہ فرقے کی ایک شاخ جماعت شیخیہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ جو باطنی عقائد اور متصوفانہ افکار کا پرچار کرنے کی دعویدار تھی۔ اس جماعت کے ایک عالم ملا حسین بشروی کے سامنے باب نے اپنے دعاوی پیش کئے۔ جس میں مہدی ہونے کا دعویٰ بھی شامل تھا۔ باب کا کہنا تھا کہ خدا نے اسے وحی کی ہے کہ وہ مبشر، باب اور مہدی ہے۔ اور ایک موعود اقوام عالم کا پیش رو ہے۔ شیخیہ فرقے کے سترہ آدمیوں نے باب کے دعاوی کو تسلیم کر لیا۔

ایران کے یہودی تاجر بابیوں سے گہرے روابط رکھتے تھے۔ ان میں کئی یہودی زار روس کی یہود دشمن پالیسی کے باعث ایران میں آ گئے تھے۔ روس، پولینڈ، چیکوسلاواکیہ اور یورپ کے کئی علاقوں میں یہودی قومیت کی تحریک جاری تھی اس کی صدائے بازگشت بابی فلسفہ و سیاست میں موجود ہے۔ عالمی یہود برادری ایک عرصے سے ترکی حکومت کے خاتمے کے درپے تھے جس کی وسیع سلطنت میں عرب و حجاز، عراق اور شام شامل تھے۔

باب نے یہودی گماشتوں کے گٹھ جوڑ سے اپنے ایک مرید ملا محمد علی بار فروشی کے ہمراہ حجاز کا سفر اختیار کیا۔ اور

شریف مکہ سے ملاقات کی اور اسے اپنے دعاوی سے آگاہ کیا۔ اس سیاسی سفر کے بعد انہوں نے ایران میں کھلم کھلا بابیت کا پرچار شروع کیا حکومت ایران ان کی سرگرمیوں سے پہلے ہی آگاہ تھی۔ اس لئے باب کو شیراز کی طرف جاتے ہوئے حسین خان اجودان باشی حاکم فارس کے سپاہیوں نے گرفتار کرکے ان کے گھر نظر بند کردیا۔ کچھ عرصہ نظربندی کے بعد باب کو اصفہان منتقل کردیا گیا۔ گورنر اصفہان منوچہر باب سے خفیہ ساز باز رکھتا تھا۔ چار ماہ تک اس نے بابیوں کے قدم جمانے کے مواقع فراہم کئے جس کے بعد وہ مرگیا اور اس کے جانشین گرگین خان نے ان حالات سے حکومت ایران کو مطلع کردیا۔ ایران کے صدر اعظم حاجی مرزا آقاسی نے گورنر مذکور کو پہلے حکم روانہ کیا کہ وہ باب کو طہران میں شاہ ایران محمد شاہ کے پاس بھیج دے۔ بعد میں قلعہ ماکو میں انہیں قید کرنے کا حکم روانہ کیا۔ اس قلعہ میں باب نے علی خان ماکوئی سردار کو اپنا معتقد بنا لیا جو بہائیت کی تبلیغ میں حصہ لینے لگا۔ آخر اسے معزول کردیا گیا اور باب کو قلعہ چہریق میں قید کردیا گیا۔

اسلام دشمن طاقتوں کے گٹھ جوڑ سے بابیوں نے مازندران۔ انجان۔ تبریز وغیرہ کے علاقوں میں قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور ایران میں یہودی تسلط کے لئے راہ ہموار کرنے لگے۔ کئی مقامات پر شاہی افواج اور بابیوں کے درمیان معرکے ہوئے۔ جن کی مالی سرپرستی یہودی سرمایہ دار کر رہے تھے۔ باب کو چہریق کے قلعے سے تبریز میں قید کردیا گیا۔ اور اسی علاقے میں اسے اور اس کے ساتھی مرزا علی محمد زنوزی کو گولیوں کا نشانہ بنا کر کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔

چھ سال کفر و ضلالت پھیلانے کے بعد ۱۲۶۶ھ کو مانی و مزدک کی ذریت اپنے انجام کو پہنچی۔

قرۃ العین طاہرہ

بابی افکار و نظریات کو پھیلانے میں ملا صالح قزوینی کی بیٹی قرۃ العین نے اہم کردار ادا کیا۔ یہ ایک خوبصورت حسینہ تھی جو اپنے خاوند سے مذہبی اختلافات کی وجہ سے روٹھ کر مبلغ بن گئی تھی۔ اس کی اٹھتی جوانی اور شیریں کلامی اہل ایران کے ہوش و خرد کو شکار کرنے کے لئے کافی تھی۔ شیراز میں اس نے باب سے عقیدت محبت باندھا اور ظاہری بیعت کا شرف حاصل کیا۔ باب نے اسے کربلا میں تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ جہاں اس نے کرب و بلا کا کارزار گرم کیا۔ بہت سے لوگ اس کے شیدا و گرویدہ ہوگئے۔ اس نے نہایت بے حیائی سے حضرت سیدۃ فاطمۃ الزہرا کے بروز ہونے کا دعویٰ کردیا۔ کربلا میں اس حسن جہاں تاب کی جلوہ سامانیوں سے حاکم کربلا کو سخت اندیشہ لاحق ہوا۔ انہوں نے بغداد کے فرماں روا کو قرۃ العین کی سرگرمیوں سے مطلع کیا۔

قرۃ العین نے اپنے گرفتار کئے جانے کے اقدامات کی اطلاع پاکر بغداد کا رخ کیا اور مفتی اعظم بغداد کے پاس جا پہنچی۔ انہوں نے اسے ٹکنے نہ دیا۔ عراق میں قیام کے زمانے میں اس نے شیخ صالح العرب، ابراہیم واعظ ملا طاہر اور آغا حکیم جیسے لوگوں کو بابی بنایا۔ لیکن بہت سے لوگ بابیت سے تائب بھی ہوگئے۔ اور اس کی کھل کر مخالفت کرنے لگے۔ اس میں سب سے بڑا دخل قرۃ العین کے کردار کو تھا۔ لوگ اس کے کردار پر سخت اعتراضات کرتے۔ بعض لوگوں نے باب کو ان امور کی اطلاع دی (باب ابھی زندہ تھے) انہوں نے ان خطوط کے جواب میں لکھا کہ قرۃ العین طاہرہ ہے۔ اس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ اس نے کرمان

اور ہمدان میں بابی مذہب کو پھیلایا۔ اس کا والد چاہتا تھا کہ اس کی اپنے خاوند سے صلح ہوجائے۔ لیکن اس کا کہنا تھا کہ اس کا شوہر خبیث اور وہ طاہرہ ہے۔ اس لئے اس کا نکاح فسخ ہوچکا ہے۔

قرۃ العین نے ایران کے طول و عرض میں بابی تحریک کے لئے کام کیا جب اس کی سرگرمیاں تشویشناک صورت اختیار کر گئیں تو اسے گرفتار کرکے شاہ ایران ناصرالدین قاچار کے سامنے حاضر کیا گیا۔ دربار میں اس نے ایک تقریر کی اور بابی خیالات پیش کئے۔ بادشاہ اس کے حسن کا گرویدہ ہوگیا لیکن علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ جس پر وہ پکار اٹھا۔ "این را مکشید کہ طلعتے زیبا دارد" (اسے مت قتل کرو یہ بہت خوب صورت چہرے والی ہے) محتسب بلدہ محمد خان نے اس کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئی۔ آخر کار اس قتالۂ عالم کو جس کی ایک نگاہ غلط انداز سینکڑوں کے لئے پیغام موت تھی ہلاک کر دیا گیا۔

بہائیت | باب نے اپنے نظریات بہت سی عربی و فارسی کتب میں پیش کئے۔ عربی کتب میں قیوم الاسماء اور بیان اور فارسی میں بیان اور دلائل المسبع بہت مشہور ہیں۔ ان کتب میں جس موعود اقوام عالم کی پیش گوئی کا ذکر کیا اس کے مورد ہونے کا دعویٰ ان کے ایک مرید حسین علی نے کیا۔ حسین علی میرزا عباس کا بیٹا تھا جو فتح علی شاہ ایران کے طبقہ اعیان و حکام میں سے تھا۔ حسین علی نے بابی مذہب کو تہران میں پھیلانے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ باب کو جب قتل کر دیا گیا اس وقت حسین علی کے مرید سخت جارحانہ سرگرمیوں میں ملوث تھے۔ انہوں نے انتقامی طور پر ناصرالدین شاہ ایران پر چھرے سے قاتلانہ حملہ کیا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے۔ ان سرگرمیوں اور بعض غیر مسلم طاقتوں کی پشت پناہی سے جو صورت حال پیدا ہوگئی تھی اس کے نتیجے میں بابیوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں حسین علی بھی گرفتار ہوا کیونکہ بلاواسطہ طور پر سب کچھ اسی کے ایماء پر جاری تھا۔ اسے سیاہ چال کے قید خانے میں چار ماہ تک رکھنے کے بعد عراق جلاوطن کر دیا گیا۔ انہی کو بہاء اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

بغداد ترکی عمل داری میں تھا۔ بغداد میں آنے کے کوئی ایک سال بعد بہاء اللہ سلیمانیہ کے جنگل میں چلے گئے۔ اس عرصے میں آپ نے خفیہ طور پر تبلیغ جاری رکھی۔ علماء بغداد نے اس نئے فتنے کے خلاف زبردست مہم چلائی۔ اس علاقے کو مرکز بنا کر بہاء اللہ نے ایران میں سیاسی تحریک کو ابھارنے میں بڑا حصہ لیا۔ ایرانی حکومت نے عثمانی حکومت کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ آخر کار بہاء کو قسطنطنیہ میں لانے کا حکم جاری ہوا۔ اس زمانے میں بہاء نے کھل کر من یظہرہٗ اللہ ہونے کا اعلان کیا۔ اور ایک باغ میں اس امر کا اظہار کیا۔ جسے باغ رضوان کہا جاتا ہے۔ اور جتنے دن بہاء اس باغ میں فروکش رہے (۲۱۔ اپریل سے ۲ مئی ۱۸۶۲ء) ان دنوں میں بہائی عید رضوان مناتے ہیں۔

قسطنطنیہ میں چند ماہ قید رکھنے کے بعد ترکی حکومت نے انہیں ۱۸۶۳ء میں اڈریانوپل بھیج دیا۔ یہاں بہاء کے سوتیلے بھائی میرزا یحییٰ نے بہائی خیالات اور تحریک کے بانی کے خلاف زبردست تحریک شروع کی۔ اور لوگوں کو اس عظیم فتنے سے

آگاہ کیا۔ لوگوں نے بابیوں اور بہائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور ان کی سیاسی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا۔ حکومت ترکی نے بہاء کو عکا (فلسطین) بھیج دیا اور میرزا یحییٰ اگست ۱۸۶۸ء میں قبرص چلے گئے۔

عکا میں آپ نے یورپ کے بادشاہوں، پوپ، شاہ ایران اور حکومت امریکہ کو اپنی ماموریت کے پیغامات روانہ کئے جن کو الواح مبارک کہا جاتا ہے۔ ان میں آپ نے ان تمام طاقتوں کو خدائی عذاب سے ڈرایا۔ جو بہائیت کی ترقی کی راہ میں حائل تھیں۔ ان میں ناصر الدین شاہ قاچار ایران اور ترکی حکومت کو نہایت سخت الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ بات ہم بتا چکے ہیں کہ ترکی حکومت کے خلاف عالمی سطح پر سازشیں جاری تھیں اور اس حکومت کو ٹکڑے کر کے فلسطین کو یہودی ریاست میں تبدیل کرنے کی یہودی ریشہ دوانیاں شدت پکڑتی جا رہی تھیں۔ فلسطین میں بہاء اللہ نے یہودی گٹھ جوڑ سے نہایت کھل کر اپنے فلسفہ و دعاوی کی تبلیغ کی۔ ایران اور مشرقِ وسطیٰ کے کئی علاقوں میں سیاسی تحریکات کی پشت پناہی کی۔

حسین علی جو بہاء اللہ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے شیعہ اصطلاح کے مطابق ظہور حسینی کے مظہر تھے۔ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کیا جو یہودی تعلیم کا ایک جزو لاینفک ہے جس سے مراد ایک ایسی ہستی ہے جو دنیا میں بکھرے یہود کو صیہون (فلسطین) میں آباد کرے گی۔ واضح رہے کہ اسلام میں جس مسیح ابن مریمؑ کی آمد ثانی کا ذکر ہے اسے مسیح موعود کی یہودی اصطلاح سے غلط ملط نہ کیا جائے۔ مسیح موعود ایک مستقل اصطلاح ہے اور یہودی موعود مسیح کے تصور کو حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسمانی رفع ہوا اور قیامت سے قبل آپ ہی کا نزول ہوگا۔ جب کہ مسیح موعود ایک ایسا شخص ہوگا جو یہودیوں میں سے اور ان سے الگ غیر اقوام میں سے بھی (جیسے ایرانی شاہ سائرس تھے) اٹھ کر یہودی ریاست قائم کرے گا یا اس میں مدد دے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ایسے ہی مسیح موعود تھے۔ بہرحال بہاء اللہ نے ہادی، مربی الٰہی اور تمام عالم کی اقوام اور امتوں کے دینی موعود ہونے کے دعوے کئے۔ خدا کی وحی کی رو سے شریعت اسلامی اور قرآنی احکامات کی مکمل تنسیخ کا اعلان کیا۔

تعلیمات بہائیوں کا دعویٰ ہے کہ بہاء اللہ کی تمام وحی و آثار قرآن کے برابر ہیں۔ جو لوگوں کے سوالات خدائی احکامات خصوصی آیات، مناجات اور الواح پر مشتمل ہیں۔ بہائی "کتاب اقدس" کو مانتے ہیں جو بہاء اللہ پر وحی ہوئی اور احکامات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ کتاب ایقان فارسی میں ہے جس میں دینی مشکلات کا حل بیان کیا گیا ہے۔ کتاب الشیخ میں بہائی عقائد کا ذکر ہے۔ اور کتاب ہیکل میں وہ الواح درج ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے نام بھیجی گئیں۔ چند سال ہوئے بہائیوں نے دس جلدیں "آثار مبارک" کی شائع کیں اور ابھی بہائی مذہب کی کئی آیات و الواح شائع ہونی باقی ہیں۔

باب اور بہاء نے سب سے زیادہ اس امر پر زور دیا ہے کہ اسلام منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی جگہ نیا مذہب بہائیت آگیا ہے۔ چونکہ خدا کی طرف سے ہدایت ہمیشہ آتی رہتی ہے۔ اس لئے اس زمانے کے لئے نئی شریعت اور احکامات آگئے ہیں۔ اور قرآنی احکامات منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ اب بہائیت پر ایمان لانا فرض ہے۔ اسلام پرانی، فرسودہ

اور ناقابلِ عمل شریعت ہے۔ بہائی خود کو ایک الگ اور نئے مذہب کا پیرو قرار دیتے ہیں۔ اور اسلام سے کسی قسم کا واسطہ ظاہر نہیں کرتے۔ بہاء اللہ کو امر اللہ کا نام دیتے ہیں جو نبی و رسول سے بڑھ کر مقام سمجھا جاتا ہے۔ تمام گزشتہ انبیاء کو سچا جانتے ہیں اور نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچے نبی اور خدا کے فرستادہ جانتے ہیں۔ ان کے اور قادیانیوں کے نظریات بہت حد تک ایک سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قادیانی منافق ہیں۔ وہ انبیاء کے مسلسل آمد کے عقیدے کے قائل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی بطور افضل کے مانتے ہیں اور آپؐ کے بعد انبیاء کی آمد کے سلسلہ کو جاری سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی قادیانی اسلام کے بنیادی معتقدات کے خلاف ہیں جیسے جہاد کو ہمیشہ کے لیے منسوخ و حرام سمجھتے ہیں۔ نظام اسلامی کی جگہ قادیانی پاپائیت کو پروان چڑھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ زکوٰۃ کا مفہوم چندوں کا مروجہ نظام لیتے ہیں۔ ان امور کے علاوہ بانیٔ سلسلہ کا دعویٰ ہے کہ ان کی وحی میں امر و نہی ہے جو ان کے صاحبِ شریعت ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں تک کہ قادیانیت اور بہائیت ایک ہی شئے ہے۔ اس کے بعد بہائیوں نے کھلم کھلا شریعتِ اسلامی کو منسوخ کر دیا۔ اور قادیانیوں نے در پردہ یہ سازش کی اور ظاہری طور پر اسلام کا لیبل اپنے ماتھے پر چسپاں کر لیا جو دامِ ہم رنگِ زمیں کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

انکارِ قیامت بہائیوں نے اسلامی اصطلاحات کو ایک خاص مفہوم دے کر اپنا رکھا ہے۔ ان کے نزدیک قیامت سے مراد اٹھ کھڑا ہونا ہے یعنی جب کوئی پیغمبر آتا ہے تو وہ قیامت ہوتی ہے اور اس کی آمد سے اس کے مرنے تک کا عرصہ زمانہ قیامت ہے اس کی آواز صورِ اسرافیل ہے۔ جس سے وہ بے روح لوگوں کو ان کی مٹی کی قبروں سے نہیں بلکہ گمراہی کی قبروں سے اٹھاتا ہے۔ عذابِ قبر سے مراد قوم کا مردہ ہونا ہے۔ خدا کے فرشتے ایمان دار لوگ ہیں۔ جو لوگوں کو نئی زندگی بخشتے ہیں۔ پل صراط نئی شریعت اور اس پر چلنا جنت اور اس سے انکار دوزخ ہے۔ میزانِ عدل خدا کا نیا کلام ہوتا ہے جو اس کو قبول کرتا ہے وہ جنتی اور مقبول۔ اور جو انکار کرتا ہے وہ دوزخی اور خدائی حساب میں ناکام سمجھا جاتا ہے۔ قیامت میں خدا کے دیدار سے مراد خدا کے مظہر یعنی بہاء اللہ کو دیکھنا اور ان سے ملنا خدا سے ملنا ہے۔

ان معنوں میں بہائی قیامت۔ حشر نشر۔ عذابِ قبر۔ مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے۔ پُل صراط۔ اعمال کے حساب کتاب شفاعت۔ جنت دوزخ۔ فرشتوں کے وجود وغیرہ کسی شئے کو نہیں مانتے۔ بلکہ اپنے مخصوص مفہوم میں ہر بات کی تان بہاء اللہ کے اقرار و انکار پر توڑتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی اصطلاحات کو ایک نئے معانی پہنا کر اپنانے کی کوشش کی ہے۔ اور ایک ایسا مفہوم وضع کیا ہے۔ جو ان عقائد کے مجازی معنوں پر مشتمل ہے اسی طرح وہ اسلام کی تمام بنیادی باتوں کے منکر ہیں اور ان عقائد کو اصل متن سے نکال کر الحاد و زندقہ کا دروازہ کھولتے ہیں۔

طریقِ عبادت بہائی مخصوص عبادت بجالاتے ہیں۔ ہاتھ منہ دھو کر وہ عکہ (اسرائیل) کی طرف منہ کرتے ہیں۔

جہاں بہاء اللہ دفن ہے ۔اور جو بہائیوں کا عالمی مرکز ہے ۔اور یہودیوں کے زیر اثر پھل پھول رہا ہے ۔اس کے قریب کوہ کرمل پر باب دفن ہے ۔واضح رہے کہ بابی باب کی لاش کو ایران سے نکال کر اسرائیل لے گئے تھے ۔اور کوہ کرمل پر اسے دفن کیا گیا عکہ ان کا مرکز عبادت ہے ۔اسے وہ قبلہ اور ملاء الاعلیٰ بتاتے ہیں ۔بہاء اللہ کی وحی کی رو سے تین طرح کی عبادت کی جا سکتی ہے ۔اول بڑی عبادت جو دن رات میں کسی وقت ادا ہو سکتی ہے ۔دوسری درمیانی عبادت جو صبح دوپہر شام میں کی جا سکتی ہے ۔سوئم چھوٹی عبادت جو دن کے ختم ہونے پر ہو سکتی ہے ۔ان میں سے صرف ایک وقت کی عبادت فرض ہے جو چند دعاؤں پر مشتمل ہے ۔آدمی کرسی پر بیٹھے بیٹھے ان عبادات کو بجا لا سکتا ہے ۔باجماعت نماز حرام قرار دی گئی ہے ۔ہر فرد اپنے طور پر عبادت کرے ۔منبر پر بیٹھنا منع ہے ۔اور جمعہ کی نماز ادا کرنا حرام ہے ۔جنازہ کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے ۔جس میں چھ رکعتیں ہیں ۔اس کے علاوہ نماز کسوف وخسوف ، استسقاء وغیرہ حرام ہیں ۔کوئی بہائی البیان کے سوا دوسری مذہبی کتاب نہیں پڑھ سکتا ۔جو قرآن سے افضل قرار دی گئی ہے ۔بہائیوں کی عبادت کا نام مشرق الاذکار ہے ۔

روزہ ہر بہائی پر روزہ فرض ہے ۔روزے ایک ماہ کے ہیں ۔سورج نکلنے سے غروب آفتاب تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا ۔مریض ، مسافر اور حاملہ کو روزہ معاف ہے ۔ستر سال کی عمر میں ہر شخص کو روزہ ۔نماز معاف ہے ۔

بہائی سال کے آخری ماہ شہر العلاء کو روزوں کا مہینہ قرار دیتے ہیں ۔جس کا خاتمہ ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے ۔اس روز عید منائی جاتی ہے اسے عید نوروز کہتے ہیں ۔

حج بہائی حج بیت اللہ کو حرام سمجھتے ہیں وہ بغداد میں بہاء اللہ کے مکان (بیت مبارک) اور شیراز میں باب کے مکان کو حج کے مقامات قرار دیتے ہیں ۔ان کا یہ عقیدہ ہے کہ صاحب حیثیت بہائیوں پر حج فرض ہے اور تمام عمر میں ایک دفعہ ان دو مقامات میں سے کسی ایک پر جانا فرض ہے ۔اسرائیل میں عکہ اور کوہ کرمل خدا کے نشانات سمجھے جاتے ہیں ۔

جہاد بہاء اللہ نے جہاد کو مکمل حرام قرار دیا ہے اور مرزا غلام احمد کی طرح اس کی سخت مذمت کی ہے انہوں نے اپنے عہد کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر فوج میں کمی کرنے کا مشورہ دیا اور خدا کی وحی کی رو سے حکم دیا کہ فوجیں ختم کر کے اندرونی انتظامات کے لئے پولیس فورس قائم کرو بہائیوں نے زبان وقلم کے جہاد کو بھی منسوخ قرار دیا ہے ۔لیکن قادیانی اسے مانتے ہیں اور مرزائی خرافات کے پرچار کو قلمی ولسانی جہاد بتاتے ہیں ۔

نکاح بہائی لڑکا اور لڑکی منگنی کی رسم سے پہلے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور جب اچھی طرح افہام وتفہیم ہو جاتی ہے پھر مندرجہ ذیل الفاظ ادا کرتے ہیں :۔

نحن راضون برضی بہ اللہ　　　ہم خدا کی مرضی پر راضی ہیں

اس کے بعد وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں ۔

بہائیوں میں صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔ نکاح کے لئے چھ افراد کی رضامندی ضروری ہے۔ دولہا دلہن اور ان کے ماں باپ شامل ہیں۔ بہن سے شادی کی ممانعت کا کوئی واضح حکم نہیں۔ ویسے اخلاقی طور پر یہ غیر پسندیدہ فعل سمجھا جاتا ہے۔ طلاق کو اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن اگر عورت مرد ایک سال ایک دوسرے سے الگ رہیں تو طلاق از خود واقع ہو جاتی ہے۔

اختیاری داڑھی بہائیوں کے لئے سر منڈوانا منع ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ سر کے بال کان کی لو سے آگے نہ بڑھیں طرز لباس اور داڑھی رکھنے کا اختیار لوگوں کو دے دیا گیا ہے۔

ریشم کا استعمال سمور پشمینہ۔ ریشم اور ہر قسم کا لباس عورتوں مردوں دونوں کے لئے حلال ہے سونے اور چاندی کا استعمال بھی جائز ہے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا جائز ہے۔

موسیقی نغمہ و موسیقی جائز و حلال ہے۔ بہاء اللہ نے فن موسیقی کو قابلِ قدر فنون میں شمار کیا ہے جو غم زدوں کے لئے پیامِ مسرت ہے۔

اقتصادیات موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی اصل بنیاد یعنی سود کو بہاء اللہ نے حلال و مباح قرار دیا ہے جب کہ اسلام اسے حرام اور اس کاروبار کو خدا و رسولؐ سے جنگ قرار دیتا ہے۔ بہائی سودی نظام کے قیام و بقا اور یہودی سرمایہ داروں کے مفادات کے تحفظ پر بہت زور دیتے ہیں۔

سیاست بہاء اللہ نے اپنے مریدوں کو مرزا قادیانی کی طرح سیاست میں حصہ لینے سے سخت منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کوئی بھی حکمران ان پر مسلط ہو اور کیسا ہی نظام حکومت ہو اس کا احترام کیا جائے۔ بہاء اللہ کہتے ہیں:۔

"تم حاکموں پر اعتراض نہ کرو یہ کام الٰہی کے ذمہ رہنے دو۔ تم صرف اصلاح قلوب کی طرف توجہ کرو۔ بادشاہ اور حاکموں کی خدمت نہایت صداقت اور امانت سے کرو مطیع اور خیر خواہ رہو۔ ان کی اجازت کے بغیر امور سیاسی میں دخل نہ دو۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔ "اگر کوئی شخص گھر یا دوسرے لوگوں کی محفل میں سیاسی معاملات پر گفتگو کرنا چاہے تو بہتر یہی ہے۔ پہلے دین بہائی سے اپنا تعلق قطع کرے۔"

اسلام دین و سیاست کو جدا نہیں کرتا اور جب یہ الگ الگ ہوں تو صرف چنگیزیت باقی رہ جاتی ہے۔

سیاست سے تمام تر اجتناب کے باوجود بہائی خفیہ طور پر سیاست میں ملوث رہے اور بہاء اللہ نے اس وقت کے بادشاہوں اور فرماں رواؤں کو انذاری خطوط رکھے۔ لوح سلطان میں ناصر الدین شاہ ایران کو آپ نے لکھا۔

"اے بادشاہ میں نے خدا کی راہ میں وہ تکالیف برداشت کی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور کسی کان نے نہیں سنیں دوستوں نے میرا انکار کیا اور وسیع راستے میرے لئے تنگ ہو گئے میرے آرام و آسائش کا تالاب سوکھ گیا۔"

فرانس کے فرماں روا نپولین سوم کو لکھا:۔

"تو نے جو کام کیا اس کے نتیجے میں تیری حکومت کے معاملات بگڑ جائیں گے اور تیرا ملک تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا ..... تیری عزت دائمی نہیں ہے اور عنقریب زوال پذیر ہو گی۔"

قیصر جرمنی کو مخاطب کر کے لکھا:-

"اے شاہِ برلن اس کی حالت کو یاد رکھ جو شان میں تجھ سے بڑا تھا جس کا درجہ تجھ سے بلند و اعلیٰ تھا وہ اب کہاں ہے اس کے مقبوضات کیا ہوئے متنبہ ہو اور ان میں سے نہ ہو جو غافل ہیں۔"

زارِ روس۔ ملکہ وکٹوریہ۔ صدر امریکہ اور ترکی کے سلطان عبدالعزیز کو تہدید آمیز خطوط لکھے۔ سلطان ترکی کے خلاف خاص طور پر ہرزہ سرائی کرتے ہوئے بہاء اللہ نے اپنی لوح میں کہا:-

"تو خود کو سب سے اعلیٰ تصور کرتا ہے مگر جلد ہی تیرا نام مٹ جائے گا۔ اور تو اپنے آپ کو بڑے گھاٹے میں پائے گا تو سمجھتا ہے کہ یہ دنیا کا مصلح اور اس کو زندہ کرنے والا (یعنی بہاء اللہ) مفسد ہے مگر .... وہ وقت دور نہیں جب کہ اس (خدا) کا قہر تجھ پر نازل ہو گا۔ فساد تم میں رونما ہو گا اور تمہارے ممالک کے حصے بخرے کئے جائیں گے۔ تب تم گریہ و زاری کرو گے اور کوئی مددگار نہ پاؤ گے منتظر رہو۔ غضب الٰہی تیار ہے بہت جلد تو وہ چیزیں دیکھ لے گا جو قلم امر سے نازل ہوئی ہیں۔"

ترکی میں ایڈریانوپل کے مقام پر بہاء اللہ نے اپنے سوتیلے بھائی یحییٰ ازل سے جو ان کے سخت مخالفین میں سے تھے ایک مباہلہ میں اعلان کیا کہ "میرے نغموں کے مقابل سب آوازیں پست ہو گئی ہیں یہ میری ہتھیلی ہے اسے خدا نے تمام جہاں کے لئے ید بیضا بنایا ہے۔ اور یہ میرا عصا ہے اگر میں اس کو ڈال دوں تو تمام لوگوں کو ہڑپ کر جائے گا۔"

بہاء نے عکہ (فلسطین) میں قید کے دوران ترکی حکومت کے خلاف ہر طرح کی سازشوں میں حصہ لیا۔ سامراجی طاقتوں نے ترکوں کی وحدت کو توڑنے اور ان کے علاقوں کو چھیننے میں جو شرمناک کردار ادا کیا۔ بہائی اسے بہاء اللہ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے بھی ترکوں کے خلاف شرمناک ہرزہ سرائی کی اور ان کے بیٹے مرزا محمود نے عالمی سطح پر ترکی خلافت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیا۔

بہائی تقویم بہاء اللہ نے ایک نئی تقویم کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے قمری تقویم کی بجائے شمسی کیلنڈر جاری کیا جس میں ہر ماہ کے ۱۹ دن اور ہر سال کے ۱۹ ماہ ہیں۔ اس طرح ایک سال کے ۳۶۱ دن بنتے ہیں جو چار یا پانچ دن باقی رہ جاتے ہیں وہ مہینوں سے خارج ہیں انہیں "ایام ہا" کہا جاتا ہے یہ آزاد دن ہیں جو سال و ماہ کی حدود سے آزاد سمجھے جاتے ہیں۔ ان دنوں میں بہائی خوشی مناتے ہیں۔

بہائی سال میں ۹ تعطیلات کرتے ہیں ان ۹ دنوں میں دنیاوی کاروبار کرنا حرام سمجھا جاتا ہے۔

محافل ملی ہر شہر کے بہائیوں کے امور کی نگرانی محفل مقدس روحانی کے ذمے ہے جس کے ۹ ممبر ہیں ان کا انتخاب

ہر سال ۲۱ اپریل کو ہوتا ہے بہائی اپنی اس اسمبلی سے صلاح و مشورہ کئے بغیر عمل نہیں کرتے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ۱۲۶ محافل ملیہ قائم ہیں جن میں سے اسرائیل کی محفل ملیہ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے کیونکہ باب اور بہاء یہیں دفن ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں ان محافل نے بیت العدل عمومی کے نام سے ایک ادارے کو تشکیل دیا جو اس نئے مذہب کی تبلیغ میں کوشاں ہے۔

سر عبد البہاء | ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء کو بہاء اللہ نے وفات پائی۔ آپ ۱۸۶۸ء سے لے کر وفات تک (۲۴) سال فلسطین میں رہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل پیشگوئی کو بہائی بڑا اچھالتے ہیں جس میں آپ نے کوہ کرمل پر اپنے خیمے کے نصب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو کہا:۔

"خوف نہ کرو۔ یہ دروازے کھل جائیں گے۔ میرا خیمہ کوہ کرمل پر نصب ہوگا اور سب کو نہایت مسرت ہوگی۔"

بعض بہائی حضرات اس پیش گوئی سے اسرائیل کے قیام کا مفہوم اخذ کرتے ہیں اور سب کو مسرت حاصل ہوتی ہے اس نام نہاد ریاست کے قیام کی پیش گوئی کو مضمر سمجھتے ہیں۔

بہا کی پیش گوئی اور وصیت کے مطابق ان کا بیٹا عبد البہاء بہائی تعلیم کو پھیلاتا رہا۔ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے مصر، انگلستان، جرمنی، فرانس، امریکہ اور دوسری یورپی ریاستوں کا دورہ کیا۔

یہ وہ دور تھا جب ترکی حکومت کے خلاف صیہونی تحریک جاری تھی اور برطانوی سامراج شریف مکہ اور لارنس آف عریبیا کے ذریعے قومیت کے نام پر فتنہ بپا کرانے میں مصروف تھا۔ عبد البہاء نے حیفہ (فلسطین) میں عرب مجاہدین کی تحریکات کو سبوتاژ کیا۔ اور یہودی آقاؤں کی خدمات کی بجاآوری کی۔

جنگ عظیم اول کے زمانے میں بہائی یہودیوں کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ۲۳ ستمبر ۱۹۱۸ء کو جب برطانوی جرنیل ایلن نے فلسطین پر قبضہ کیا اور حیفہ میں داخل ہوا تو اس نے عبد البہاء کی زبردست پذیرائی کی۔ بہاء اللہ اور عصر جدید کا یہودی مؤلف جے۔ ای ایسلمنٹ لکھتا ہے۔

"برٹش قبضے کے شروع ہی سے بڑے بڑے ملٹری افسر، سپاہی اور جرنیل آپ (عبد البہاء) کی ملاقات کو آتے اور آپ کی منورانہ باتوں سے محظوظ ہونے لگے۔ آپ کے خیالات کی وسعت اور فراست کی گہرائی اور آپ کی اعلیٰ مہمان نوازی سے متاثر ہو کر جاتے۔ آپ کی شرافت اخلاق، صلح و امن کی خاطر آپ کے عظیم کام اور اہلیت کی بہبودی کے لئے آپ کے شوق سے مندوب حکومت (واضح رہے کہ برطانیہ نے فلسطین کو زیر انتداب علاقہ قرار دے رکھا تھا — مؤلف) ایسی متاثر ہوئی کہ اس کے اراکین کے لئے سر کا خطاب ملنے کی سفارش کی جو ۲۷ اپریل ۱۹۲۰ء کو حیفہ کے (یہودی) گورنر کے ملٹری باغ میں آپ کو دے دیا گیا۔"

۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو آپ وفات پا گئے۔ جنازے میں فلسطین کے یہودی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیموئیل، بیت المقدس اور فونیشیا کے گورنر صاحبان، حکومت کے اعلیٰ افسران، مختلف ممالک کے سفیر جو حیفہ میں مقیم تھے اور کئی دیگر اقوام و مذاہب

کے لوگوں نے شرکت کی۔

ترکی حکومت کے خلاف سازش | اپنی نظر بندی کے زمانے میں عبدالبہاء نے یہود سے مل کر ترکوں کے خلاف جو سازشیں کیں اسے ایک بہائی مبلغ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:-

"عبدالبہاء اللہ کی نظر بندی کے دوران تمام دنیا کے لوگ حضرت عبدالبہاء کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ دشمنوں نے سلطان ترکی کو بہکایا کہ یورپ وامریکہ کے لوگوں نے صرف بہانہ بنا رکھا ہے کہ وہ عبدالبہاء سے ملنے آتے ہیں۔ ورنہ درحقیقت ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ سلطان کو برطرف کر کے حکومت کا تختہ الٹ دیں (واضح رہے کہ ترک انٹلی جنس نے سلطان عبدالحمید کو بہائی صیہونی سازش سے آگاہ کیا تھا ـــ مؤلف)

اس طرح ورغلانے پر آخر سلطان عبدالحمید نے ۱۹۰۷ء میں ایک نام نہاد تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا اور حکم دیا کہ حضرت بہاء اللہ سے کوئی ملنے نہ پائے۔ اس کمیشن کے متعصب ارکان پہلے ہی سے آپ کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے برائے نام تفتیش کی اور آپ کے قتل کی سفارش کی۔ آپ پر جو الزامات لگائے گئے ان کی آپ نے پرزور تردید فرمائی اور کہا کہ ہم صبر و تحمل کے ساتھ خدا کی مرضی کے تابع ہیں اور ہر حالت میں مطمئن ہیں عدالت ہمارے لئے جو سزا بھی تجویز کرے گی ہم اسے خوشی سے برداشت کریں گے۔

مذکورہ بالا کمیشن کی تحقیقات کے دوران آپ حسب معمول اپنے کام نہایت اطمینان سے انجام دیتے رہے ایک مرتبہ آپ سے اطالوی سفیر نے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو آپ کو یہاں سے کسی دوسرے مقام پر بھجوانے کا بندوبست کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ نے اس درخواست کو رد کر دیا۔"

"یہ کمیشن ابھی راستے ہی میں تھا کہ ترکی میں زبردست انقلاب آگیا۔ جس سے خوف کھا کر یہ بزدل ارکان کمیشن غیر ممالک کو بھاگ گئے۔ سلطان عبدالحمید جو آپ کو جلاوطن کرنا چاہتا تھا خود مقید ہو گیا۔ نوجوان ترکوں نے ریڈنگ ٹرکس ـ جنہوں نے سلطان کے خلاف صیہونی سامراجی طاقتوں کے اشارے پر فوجی انقلاب برپا کیا تھا ـــ مؤلف) حضرت عبدالبہاء کو بھی رہا کر دیا۔"[۱]

کمیشن کی کارروائیوں کا مرکزی نقطہ بہاء اللہ اور اس کے بیٹے عبدالبہاء کی وہ خطرناک سرگرمیاں تھیں جن کی وجہ سے عثمانی سلطنت کی بقاء کو خطرہ لاحق تھا۔ صیہونی، عبدالبہاء کی کھل کر حمایت کر رہے تھے۔ اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں مالی امداد مہیا کر رہے تھے۔ یہود۔ بابی اور بہائی فلسفہ کو جدید یہودیت (NEO-JUDAISM) کا احیاء اور اس کے سیاسی کردار کو صیہونیت (ZIONISM) تصور کرتے تھے۔ کئی بہائی فری میسن تحریک سے مل کر ترکوں کے خلاف سازش میں مصروف تھے اور سامراجی ممالک کے سفیر ان کی مالی اور سیاسی امداد کرتے تھے۔

---

[۱] انیس الرحمان دہلوی، نوائے سروش، کراچی۔ ص۱۳

امریکی سامراج کی قصیدہ خوانی بہاء اللہ کے بیٹے نے جہاں یہود سے گٹھ جوڑ کیا اور صیہونیت کی ترقی و ترویج میں حصہ لیا وہاں امریکی سامراج کی مدح و توصیف میں کوئی کمی نہ کی۔ ۱۹۱۲ء میں سفر امریکہ میں آپ نے کہا۔

"امریکہ ایک شریف قوم ہے جو تمام دنیا کے لئے امن کی علمبردار ہے جس کی روشنی تمام اقالیم پر پڑ رہی ہے۔ ایالات امریکہ کی طرح دوسری قومیں ملکی ریشہ دوانیوں سے آزاد اور بری نہیں ہیں اس لئے وہ عالمگیر امن کو نہیں ... سکتیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ امریکہ کی تمام دنیا سے صلح ہے۔ اور یہ قوم عالمگیر برادری اور عالمگیر صلح کا جھنڈا بلند کرنے کے قابل ہے جب امریکہ عالمگیر امن کا جھنڈا بلند کرے گا تو باقی تمام دنیا پکار اٹھے گی ہمیں منظور ہے۔ تمام دنیا کی اقوام حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو جو پچاس برس پہلے نازل ہوئی تھیں اختیار کریں گے۔ اپنی الواح میں آپ دنیا کی پارلیمنٹوں کو مدعو کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہترین دانش مندوں کو ایک بین الاقوامی پارلیمنٹ میں جمع کریں جو اقوام کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کریں..... تب نوع انسان کی وہ پارلیمنٹ قائم ہوگی جو انبیاء نے رویاؤں میں دیکھی تھی"[۵]

شوقی آفندی ۱۹۲۱ء میں عبدالبہاء کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے نواسے شوقی آفندی جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ بہائی امر کے ولی مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۵۷ء میں وفات پائی۔ ان ۳۶ سالوں میں اسرائیل کے قیام میں دو اسلام دشمن تحریکات نے زبردست حصہ لیا۔ ایک قادیانیت جس کا مرکز حیفہ، کبابیر اور مساونٹ کرمل کا علاقہ تھا اور جس نے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۸ء تک صیہونی تحریک کے لئے پرجوش کام کیا اور دوسری بہائیت جس کے سربراہ شوقی آفندی نے صیہونی ہائی کمشنر فلسطین سر ہربرٹ سیموئل، سر وانچوپ اور جنرل ایلنبی سے ساز باز کر کے تحریک بہائیت کو مضبوط تر کیا۔

"قادیانیت اور بہائیت دونوں تحریکیں اسرائیل میں روز افزوں ترقی کر رہی ہیں۔ ان کا خفیہ طور پر گٹھ جوڑ ہے کیونکہ دونوں کی منزل ایک ہے۔ یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جنہوں نے دنیا کے تمام ... اور ہم عصر تحریکات کے متعلق رائے زنی کے دعوے کئے ہیں۔ یہودیت اور بہائیت کے بارے میں خاموش ہیں۔ بہاء اللہ ان کا ہم عصر تھا۔ جب ہندوستان میں انہوں نے نبوت و مسیحیت موعودہ کا کاروبار شروع کر رکھا تھا اس زمانے (۱۸۸۰ء) میں بہاء اللہ فلسطین میں اسی قسم کا کاروبار چلا رہا تھا۔ لیکن مرزا قادیانی نے اپنی تمام کتب میں کسی جگہ اس تحریک اور اس کے بانی کے خلاف کچھ بھی رقم نہیں فرمایا۔ اس تمام تجزیئے کی روشنی میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بہائی اسلام کے کھلے دشمن اور قادیانی چھپے دشمن ہیں۔ دونوں صیہونی طاقتوں کے حاشیہ بردار ہیں اور ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔"

---

[۵] بہاء اللہ اور عصر جدید ص ۳۶۶

کتابیات

★ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا ۔ بابی ازم
★ انسائیکلوپیڈیا آف ریلجنز اینڈ ایتھکس باب، بہاء
★ بہاء اللہ اینڈ دی نیو ایرا ۔ از جے۔ای ایسل مونٹ (J.E.ESSLEMONT) بہائی پبلشنگ ٹرسٹ نیو دہلی۔ ترجمہ عباس علی بٹ۔ بہائی پبلشنگ ٹرسٹ کراچی۔
★ مقالہ سیاح ★ نقطۃ الکاف، سوانح باب از مسٹر براؤن
★ اہل بہاء کا مقصود و مدعا۔ مصنفہ علامہ ابو الفضل گلپائیگانی کراچی
★ آئین بہائی پر ایک مختصر مقالہ۔ بہائی ٹرسٹ کراچی
★ انیس الرحمن دہلوی۔ نوائے سروش۔ محفل ملی بہائیاں۔ کراچی
★ انیس الرحمن دہلوی، ایک سو ایک سوال و جواب
★ متفرق فائل کوکب ہند دہلی۔ بہائی میگزین کراچی
★ بہائی شریعت پر تبصرہ، اللہ دتہ مرزائی ★ بہائی موومنٹ، مولوی محمد علی مرزائی
★ الواح باب، مرزا احمد علی
★ علامہ آسی امرتسری، الکاویہ علی الغاویہ

جناب محمود عارف صاحب
دانش گاہِ پنجاب۔ لاہور

مدینہ منوّرہ کے مکاتب اور ان کی تعلیمی خدمات

دورِ صحابہؓ میں یوں تو تمام مملکتِ اسلامیہ کے طول و عرض میں مدارس و مکاتیب کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا تھا اور حق تو یہ ہے کہ اُن میں کا ہر مدرسہ اور مکتب اپنی اپنی جگہ انتہائی اہم مقام رکھتا ہے۔ مگر مملکت اسلامیہ کے پہلے دارالخلافت اور دارالہجرت نبویؐ ان تمام مدارس میں سب سے ممتاز، سب سے اعلےٰ اور سب سے بلند تر مقام رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر باقی شہر اور صوبائی دارالحکومت لفظ مدرسہ کی تعریف کے تحت آتے ہیں تو مدینہ منوّرہ کا مبارک اور مسعود شہر ایک عظیم یونیورسٹی کہلائے جانے کا مستحق ہے ایک ایسی یونیورسٹی، جہاں علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ اور ہر سلسلے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک ایسی یونیورسٹی، جہاں دیگر تمام شہروں سے زیادہ معلّم، جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے ممتاز ترین اور کامل ترین صحابہ کرام تھے، مصروف درس و تدریس تھے۔

اس علمی اور تحقیقی مرکز ہونے کے علاوہ مدینہ منوّرہ کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ اس شہر کے در و دیوار نے جمال و کمال نبویؐ کے مظاہرے دیکھے تھے وہاں کے ایک ایک ذرّے پر سرورِ کون و مکان کے نقشِ پائے قدم ثبت تھے۔ اس سرزمین نے روئے نبوی کے ہزار پہلو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے۔ اس لیے اس دور میں بھی اور بعد میں بھی بغداد کے قیام تک مدینہ منوّرہ کی یہ خصوصیت برقرار رہی کہ جب تک علماء اس شہر کے معلّمین و مدرسین سے استفادہ نہ کر لیتے اس وقت تک ان کی کاملیت مشکوک ہوتی تھی۔ مدینہ منوّرہ تعلیماتِ اسلامیہ کا بحرِ بیکراں تھا۔ صرف اس ایک شہر میں جتنے صحابہ کرام مصروف تعلیم و تعلّم تھے۔ اگر ان تمام کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اس طوالت اور ضخامت سے اپنا پہلو بچاتے ہوئے صرف چند بڑے بڑے مدارس اور مکاتیب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ تذکرہ موجبِ عبرت بھی ہے اور باعثِ بصیرت بھی۔ ہمارے

اس دور میں جبکہ مادہ پرستی کی منحوس زنجیر نے ہم سب کو جکڑا ہوا ہے یہ خلوص و محبت کے پیکر، ہماری سستی اور کاہلی اور مادہ پرستی کے ترک کے لیے مہمیز کا کام دے سکتے ہیں۔ یہ مکاتیب جن کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے وہ موجودہ زمانے کے مکاتیب و مدارس کی طرح قطعی نہیں ہے بلکہ وہ ایک انفرادی سطح کے مدارس تھے۔ یہ وہ مدارس تھے جو ایک ایک ہستی نے قائم کئے اور علم کی مقدور بھر اشاعت کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی۔

(۱) درس گاہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

دُنیائے اسلام کی یہ درسگاہ، جو حدیث کی دُنیا میں سب سے بڑی، سب سے پُرشوکت درسگاہ ہے حضرت ابوہریرہؓ کے اہتمام و انصرام کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ گو دُنیاوی لحاظ سے ایک فقیر منش انسان تھے۔ مگر روحانی و معنوی دُنیا میں اُن کے نام کی جو عظمت ہے اس نے بڑے بڑے امراء اور دولت مند لوگوں کی شہرت کو مات کر دیا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی | نام دورِ جاہلیت میں عبدشمس، زمانۂ اسلام میں عمیر، کنیت ابوہریرہ، والد کا نام عامر بن عبد ذی اشرای اور قبیلہ دوس ہے۔ سن پیدائش تقریباً ۲۱ ق ھ ہے۔ طفیلؓ بن عمر دوسی کی کوششوں سے اسلام قبول کیا اور ۷ھ میں جبکہ آپؐ فتح خیبر کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہیں بس گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں بحرین کے گورنر بنائے گئے مگر جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔ اس کے بعد کوئی سیاسی یا ملکی عہدہ قبول نہیں کیا۔ ۵۸ھ یا ۵۹/ ۶۷۸ یا ۶۷۹ء میں بعمر ۷۸، سال مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمایا۔ اور مہاجرین کے گورغریباں میں دفن ہوئے [۱]

دورِ تعلیم و تربیت | حضرت ابوہریرہؓ تربیت کا عرصہ صرف چار سال سے بھی کم ہے۔ مگر اس طرح کہ رات دن کے کسی لمحے کو بھی اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اس تقریباً چار سال کے عرصہ میں اُنھوں نے جس ذوق و شوق اور جس وارفتگی اور کسی حد تک دیوانہ پن سے

---

[۱] URDU ENCYOF ISLAM، بذیل ابوہریرہ، نیز مولانا شاہ معین الدین ندوی، سیرۃ الصحابہ مہاجرین ج ۲، ص ۸۴ ۔ طبع اعظم گڑھ۔ نیز عبدالحسین شرف الدین : ابوہریرہ ۔

دین کی تعلیم حاصل کی اور جس کی بنا، پر وہ حدیث کا اہم ستون ثابت ہوئے وہ صرف انہی کی ذات اقدس کا خاصہ ہے ۔

حضرت ابوہریرہؓ کا شمار اصحاب صفّہ میں ہوتا ہے جنہیں مہمانانِ رسول بھی کہا جاتا ہے اور جن کے خوردونوش کی ذمّہ داری خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر تھی ۔ بایں ہمہ کئی کئی روز فقر و فاقہ اور بھوک و تکلیف میں گزر جاتے تھے مگر حضرت ابوہریرہ کی وارفتگی اُنہیں کسی بھی عالم میں دربارِ نبوی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہونے دیتی تھی ۔

دورِ نبوی کے بعد انہوں نے متعدد صحابہ جن میں زیادہ تر کبار صحابہ شامل ہیں اکسب فیض کیا۔ اُنہیں حدیث یا علم کی کوئی بات کسی سے پوچھتے یا معلوم کرتے کبھی جھجھک نہ ہوتی ۔ اسی لیے ان کے بعض تلامذہ بھی ان کے اساتذہ کی صف میں شامل ہیں ۔ مثلاً حضرت صدیقہؓ جیسی عظیم شخصیت حضرت ابوہریرہ کی استاد بھی ہے اور ان کی راویہ بھی ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ اس قسم کی کئی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں [۱]

فضل و کمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بے پناہ ذوقِ علمی نے ہی بالآخر انہیں حدیث کا بحرِ بیکراں بنا دیا تھا ۔ ان کی شخصیت صحابہ اور تابعین دونوں کے نزدیک معظّم ہے مثلاً جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے :۔

" ابوہریرہ ہم سب سے زیادہ احادیث جانتے ہیں [۲] "

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے کہ :۔

" ابوہریرہ اصحاب رسولؐ میں احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے [۳] "

علامہ ذہبی فرمایا کرتے تھے کہ :۔

" ابوہریرہ علم کا ظرف تھے اور صاحب فتویٰ ائمہ کی صف میں بلند پایہ مقام رکھتے ہیں [۴] "۔

مشہور صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

" بلاشبہ انہوں (حضرت ابوہریرہ) نے بہت سی ایسی حدیثیں سنی ہیں جو ہم لوگوں نے نہیں سُنیں اور ایسی بہت سی حدیثیں جانتے ہیں جو ہم لوگ نہیں جانتے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ دولت و جائداد والے تھے ۔ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال تھے ۔ ہم ان میں پھنسے رہتے تھے اور صرف صبح و شام

---

[۱] سیرت الصحابہ مہاجرین صہ ۔

[۲] مستدرک حاکم جلد ۳ صہ ۵۱۰

[۳] علامہ ذہبی : تذکرۃ الحفاظ ۱ : ۳۱ ۔ [۴] حوالہ مذکور صہ ۲۸

حاضری دے کر لوٹ جاتے تھے ۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسکین اور مال و متاع کی زحمتوں سے فارغ البال تھے ۔ اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے ۔ ہم سب کو یقین ہے کہ انہوں نے ہم سب سے زیادہ احادیث سُنی ہیں ۔ اور ہم میں سے کسی نے بھی ان پر یہ اتہام نہیں لگایا کہ وہ بغیر آنحضرتؐ سے سُنے ہوئے احادیث بیان کرتے ہیں [۱] ۔ "

خود حضرت ابوہریرہؓ کی گواہی ہے کہ :۔

"مَیں جب مدینہ میں آیا تو آپ خیبر میں تھے اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپؐ کی وفات تک سایہ کی طرح آپؐ کے ساتھ ساتھ رہا ۔ آپؐ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں جاتا تھا ۔ آپؐ کی خدمت کرتا تھا ۔ آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتا اور حج میں ہمرکاب رہتا تھا ۔ اس لیے مَیں دُوسرے لوگوں سے زیادہ احادیث جانتا ہوں ۔ خدا کی قسم ! وہ جماعت جو مجھ سے پہلے آپؐ کی صحبت میں تھی وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی اور مجھ سے احادیث دریافت کیا کرتی تھی ۔ ان پُوچھنے والوں میں عمرؓ ، عثمانؓ ، طلحہؓ اور زبیرؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں [۲] ۔ "

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابہ کرامؓ کی صف میں ممتاز ترین مقام کے حامل ہیں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد دیگر صحابہ کرامؓ کی نسبت کافی زیادہ ہے ۔ اگرچہ فقہ میں ان سے کوئی خاص طریقہ نہیں چل سکا مگر فنِ حدیث میں ہمیشہ ان کا طوطی بولتا رہا ۔ صوفیاء نے ان کے زہد و تقوےٰ کو ہمیشہ بطور مثال سامنے رکھا ۔

حدیث میں اُن کا مقام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا خصوصی میدان علم حدیث ہے اس فن میں وہ تمام صحابہ کرامؓ میں سے ایک امتیازی وصف کے مالک ہیں ۔ مکثرین روایت میں ان کا درجہ سب سے بلند ہے ۔

ان سے کل روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چھہتر ہے ان میں سے تین سو پچیس متفق علیہ اور ایک سو بہتر منفرد (۷۹ بخاری اور ۹۳ مسلم میں) منقول ہیں [۳] ۔ امام احمد بن حنبل کی مسند میں اُن

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰ ۔ [۲]

[۳] تہذیب الکمال ص ۴۶۲ ۔

کی روایات ۳۱۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔[1]

اشاعتِ حدیث

اس عظیم الشان علمی ذخیرہ کے وارث ہونے کی نسبت ان پر جو اشاعتِ علم کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی وہ انہوں نے بخوبی پوری کی اور حق تو یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں سے جتنا فیض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صحابہ اور تابعین کو پہنچا وہ شاید ہی کسی دوسرے صحابیؓ سے پہنچا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسجد نبویؐ کے ایک گوشہ میں اپنی مستقل درس گاہ قائم فرمائی ہوئی تھی۔ اس درس گاہ میں رات دن علمی چرچے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ کو ہر وقت علم کی اشاعت کی دھن سوار تھی اور چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس بارش سے سیراب ہوں۔ ایک دفعہ بازار سے گزر ہوا دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے لوگوں کو بتایا کہ مسجد نبویؐ میں میراث نبویؐ تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ لوگ دوڑے دوڑے مسجد میں گئے۔ مگر وہاں علمی حلقوں اور تعلیمی چرچوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ لوٹ کر حضرت ابوہریرہ سے پوچھنے لگے کہ کہاں ہے میراث نبویؐ؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ تم لوگوں پر افسوس ہے۔ یہی تو تمہارے نبی کی میراث ہے۔[2]

ان کے علم وعرفان کی بارش سے عورتیں تک فیض یاب ہوتی تھیں۔ اگرچہ انہیں باقاعدہ درس دینے کا کوئی وقت متعین نہ تھا۔ مگر آتے جاتے، چلتے پھرتے جہاں کہیں بھی کسی عورت کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے فوراً اسے ٹوک دیتے اور اس کے ساتھ ہی سُنّتِ نبوی صلعم بھی بیان کرتے تھے۔[3]

احادیث کی کتابت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صرف اپنے حافظے کے بل پر ہی روایات بیان نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی روایات کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہوا تھا جس سے روایات کے بیان کرنے میں مدد لیتے۔ گو اس تحریری مجموعے سے (یعنی اسے دیکھ کر) روایات بیان نہیں کرتے[4]۔ اگرچہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] مسند، ج ۲ - ص ۲۲۸ تا ۵۴۱ -

[2] سیرت الصحابہ ج ۲، ص ۵۳، بحوالہ جمع الفوائد، کتاب العلم -

[3] شاہ معین الدین: سیرت الصحابہ ص ۵۸ - [4] حاکم مستدرک ج ۳ ص ۵۱۱، بخاری: کتاب العلم -

وہ لکھتے نہیں تھے مگر درست یہ ہے کہ زمانۂ نبوی تک انہوں نے لکھنے کا کام شروع نہیں کیا تھا مگر وصال نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے اپنی روایات بھول جانے کے اندیشہ سے ضبط تحریر لانا ضروری خیال کیا تھا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ کے شاگردوں کی تعداد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وسیع علمی ذخیرہ کے پیش نظر ان کے شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ آپ کے چند ایک نامور شاگردوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :۔

صحابہ کرامؓ میں سے : (۱) زید بن ثابتؓ (۲) ابوایوب انصاریؓ (۳) عبداللہ بن عباسؓ، (۴) عبداللہ بن عمرؓ (۵) ابی بن کعبؓ (۶) انس بن مالکؓ (۷) ابوموسیٰ اشعریؓ (۸) عبداللہ بن زبیرؓ (۹) جابر بن عبداللہؓ (۱۰) ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ (۱۱) ابورافعؓ (۱۲) واثلہؓ (۱۳) جابرؓ (۱۴) مروان بن حاکمؓ (۱۵) قبیصہ بن ذویبؓ۔

تابعین میں سے :۔ (۱) سعیدؒ بن مسیّب (۲) سلیمان الاغرؒ (۳) قیس بن ابی حازم (۴) مالکؒ بن ابی عامر صبحی (۵) ابواسامہ سہل بن حنیف (۶) ابوادریس الخولانی (۷) ابوعثمان نہدی (۸) ابورافع صائغ (۹) ابوزرعہؒ بن عمرو (۱۰) ابومسلم (۱۱) ابن القارحیؒ (۱۲) بسر بن سعید (۱۳) بشیر بن نہیک (۱۴) بعجۃ جہنیؒ (۱۵) ثابت بن عیاض (۱۶) حفص بن عاصم بن عمر الخطابؓ (۱۷) حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف (۱۸) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (۱۹) حمید ابن عبدالرحمٰن حمیری (۲۰) حنظلہ بن علی اسلمی۔ (۲۱) جناب صاحب مقصودہ (۲۲) اخلاصؒ بن عمرو (۲۳) حکم بن میناء (۲۴) خالد بن علاق۔ (۲۵) ابوقیسؒ (۲۶) زیاد بن رباح (۲۷) سالم بن عبداللہ (۲۸) زرارہ بن ابی ادسنےؒ۔ (۲۹) سالم ابوالمغیث (۳۰) سالم مولیٰ شدّاد (۳۱) سعیدؒ بن سعید (۳۲) ابوسعید یقسری۔ (۳۳) حسن بصریؒ (۳۴) محمد بن سیرین (۳۵) سعید بن عمرو بن سعید ابن العاص (۳۶) سلیمان بن یسار (۳۷) ابوالحباب سعید بن یسار (۳۸) اسنان بن ابی سنان (۳۹) عامر بن سعد بن ابی وقاص۔ (۴۰) شریح ابن ہانی (۴۱) شفی بن ماتعؒ (۴۲) طاؤسؒ (۴۳) عکرمہؒ (۴۴) مجاہدؒ (۴۵) عطاؒ (۴۶) عامر شعبی (۴۷) عبداللہ بن رباح انصاری (۴۸) عبداللہ بن شقیق (۴۹) عبداللہ بن ثعلبہ (۵۰) ابوالولید عبداللہ بن حارث (۵۱) سعید بن حارث (۵۲) سعید بن سمعان (۵۳) سعید بن مرجانہ

---

[1] سیر الصحابہ مہاجرین ص۵۷ ؎

(۵۴) عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۵۵) عبدالرحمٰن بن المنقذ (۵۶) عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری (۵۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب (۵۸) عبدالرحمٰن بن ابی نعیم البجلی (۵۹) عبدالرحمٰن بن مہران (۶۰) اعرج (۶۱) عبیداللہ بن عبداللہ (۶۲) عبیداللہ بن ابی سفیان حضرمی (۶۳) عطاء بن میناء (۶۴) عطاء بن یزید اللیثی ۔ (۶۵) ابوسعید مولیٰ ابن کریز (۶۶) عجلان بن مولیٰ فاطمہ (۶۷) عراکؓ بن مالک (۶۸) عبید بن حنین ۔ (۶۹) عبیداللہ بن ابی رافع (۷۰) عطاء بن یسار (۷۱) عمرو بن ابی سفیان (۷۲) عنبسہ بن سعید بن العاص (۷۳) محمد بن قیس بن مخرمہ (۷۴) موسےٰ بن طلحہ (۷۵) عیسےٰ بن طلحہ (۷۶) عروہ بن زبیرؓ (۷۷) محمد بن عبّاد (۷۸) جعفرؒ (۷۹) محمد بن ابی عائشہ (۸۰) محمد بن زیاد جمحی ۔ (۸۱) محمد بن عبدالرحمٰن (۸۲) موسیٰ بن یسار (۸۳) نافع بن جبیر بن مطعم (۸۴) نافع مولیٰ بن عمر (۸۵) نافع موسےٰ ابی قتادہ (۸۶) یوسف بن ماہک (۸۷) ہشیم بن ابی سنان (۸۸) یزید بن ہرمز (۸۹) ابوحازم الاشجعی (۹۰) ابوبکر بن عبدالرحمٰن (۹۱) ابوتمیمہ ہجمی (۹۲) یزید بن اصم (۹۳) موسےٰ بن مروان (۹۴) ابوالعشعثاء المحاربی (۹۵) ابوصالح السمّان (۹۶) ابوغطفان بن طریف المری ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تلامذہ میں سے یہ مشہور ترین اصحاب ہیں ورنہ حضرت ابوہریرہؓ سے مستفدین کی تعداد ۱۱۰۰ تک بیان کی جاتی ہے[1]۔

عام علمی حالت

حضرت ابوہریرہؓ علم حدیث میں کاملیت کے ساتھ ساتھ افتاء اور اجتہاد کے منصب پر فائز تھے۔ اگرچہ بعض علماء کی طرف سے ابوہریرہ کے محدث غیر فقیہ یا غیر مجتہد ہونے کی بابت کہا گیا ہے۔ مگر جمہور امّت اس امر پر اتفاق نہیں کرتی۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ منوّرہ میں جو جماعت کہ افتاء کے مناصب پر فائز تھی اس میں حضرت ابوہریرہ بھی شامل تھے[2]۔

باقی جہاں تک اُن کے بعض ان فتاوے کا تعلق ہے کہ جن کی بناء پر انہیں غیر مجتہد یا غیر مفتی وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ ہر مُفتی یا مجتہد کے تمام فتاوے یا اجتہاد یکساں نہیں ہوتے۔ ان میں بعض ضرور اس معیار کے خلاف ہوتے ہیں جو کہ لوگ اس

باقی ص۳۴ پر

[1] مولانا سعید انصاری: سیر الصحابہ، حصہ مہاجرین، ج ۲ ص ۶۰ طبع اعظم گڑھ۔

[2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔

مولانا رضاء الحق صاحب مردانی

رثاء الشیخین

مرثیۂ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ
شیخ الحدیث محمد یوسف بنوریؒ

خزاں آمد و گل رفت و نو بہار نماند
قرص خورشید چہ شد مطلع انوار نماند

قرار از دل من برد مفتیٔ اعظم
چشم نمناک دل رفتہ را قرار نماند

در یکتا " دل بیہودہ " شد تلاش مکن
فاضل بے بدل و نور در اقطار نماند

زخمہائے دل بیتاب زمن می پرسند
مرہم زخم شفائے دل بیمار نماند

کیست در عہد زبعدش کہ عقدہ بکشاید
مرشد و صاحب دل مونس و غمخوار نماند

غائب از دیدۂ ما گشت فقیہ دوراں
ہائے افسوس بریں عمر اعتبار نماند

بود روشن وطن از روئے یوسف ثانی
گم شد ایں کاروان مصر چہ دلدار نماند

رفت بلبل ز گلستانِ علوم نبوی
چشم گریاں کہ بستان را ہزار نماند

روئے آں یار گلعذار بمن یاد آمد
دلِ من پرس ز باد صبا نگار نماند

صبا ز باغ علوم نبوی مژدہ بیار
کہ در فضائے چمن بوئے مشکبار نماند

چہ شد از ملک بدنصیب درس علم حدیث
طالب علم را حدیث در کنار نماند

علوم انوری را عکس بود بنوریؒ
امین و صادق و گنجینۂ اسرار نماند

جذب در جسم تو گفتی کہ کرد علم شیوخ
کجا است علم اکابر بجز آثار نماند

تثیل شیخ تو اے خاک زما پوشیدی
مزار ماند مگر علم را مزار نماند

برائے عزت دین مرد بطل درکار است
کہ بہر فتنہ قادیانیان خار نماند

نیست امروز ہمہ جوہریان در بازار
بناں علم کہ امروز کاروبار نماند

بادہ خواراں ازیں محفل می برخاستند
چہ کنم صبر کنم ہائے اختیار نماند

بود بر روئے شمار رقص کنان علم و عمل ۔۔۔ ابن چنین بزم ادب محفل ابرار نماند

ہر دو خورشید دہر دو خلیفۂ اشرفؒ ۔۔۔ مسند فقہ و احادیث را وقار نماند

بود محمود از عبیر دبستان ادب ۔۔۔ نسیم گفت مرا نافۂ تاتار نماند

ہر دو انہار ز دریائے قاسمی بودند ۔۔۔ جام در دست تشنہ ہر لبشر انہار نماند

گوید اسلام بیائید بتائید ایں جا ۔۔۔ کہ در دیار مرا عزت و انصار نماند

شب تاریک مرا طلعت انوار کجا ۔۔۔ زبان گنگ مرا طاقت اظہار نماند

بقہر خویش تباہ کن خدا تو دشمن دین ۔۔۔ دین اسلام را مجاہد و حصار نماند

نہ ماند شیخ محدث فقیہ بنوریؒ ۔۔۔ مفتیٔ اعظم کامل دریں دیار نماند

نہ حسن یار مقابل نہ ساغر و مینا ۔۔۔ عاشقا محفل تو رفت روئے یار نماند

بگو بلبل غافل کہ ناز و عشوہ مکن ۔۔۔ برو ز باغ کہ سامان افتخار نماند

فرشتہ برد زما بادشاہ علم و عمل ۔۔۔ گلاب علم و عمل آہ بگلزار نماند

ملول خاطر و اندوہگین خریدار نار ۔۔۔ عقیق و گوہر بے مثل ببازار نماند

دل من پارہ پارہ گشت صبر مشکل شد ۔۔۔ شفیق و محسن غمخوار و غمگسار نماند

رضا بساز ز خاکش تو سرمۂ چشماں ۔۔۔ مزار ماند فقط رونق دربار نماند

بقائے رونق علم است بشیخ عبدالحقؒ[1] ۔۔۔ مقدس اے دل ناداں شب تار نماند

---

[1] شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اکوڑہ خٹک

بقیہ : عہد صحابہ میں ۔

شخصیت سے وابستہ کر لیتے ہیں ۔ کچھ ایسی ہی صورت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فتاویٰ کی ہے ۔ البتہ جہاں تک دوسرے صحابہ کرام سے اس میدان میں اُن کے مقابل کا تعلق ہے تو ہمیں فراخدلی سے یہ اعتراف کر لینا چاہیئے کہ فتاویٰ و قیاس میں ان کا درجہ بلاشبہ ابن عمرؓ ، ابن عباسؓ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے برابر نہیں ہے ۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ بالکل نچلے درجہ پر تھے ۔ بلکہ بہت سے دیگر صحابہ کرام سے ان کا درجہ بلند تر ہے ۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عربی کے علاوہ فارسی زبان میں بھی معمولی شد بد رکھتے ہیں ۔ ایک دفعہ ایک عورت سے جو فارسی زبان میں کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی تھی ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس عورت اس کی اپنی زبان میں سوال و جواب کیا اور اسے مسئلہ بتا کر مطمئن کیا ۔[1]

از جناب ڈاکٹر سعید اللہ قاضی، پروفیسر اسلامیات
پشاور یونیورسٹی

پشتو میں سیرت کی کتابیں

انوارِ مدینہ کتاب کے مصنف حاجی محمد امین صاحب ترنگ زئی مرحوم ہیں۔ کتاب آفتاب عالم پریس لاہور سے ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوئی ہے اور ۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں پشتون قوم کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین نظم و نثر دونوں میں کی گئی ہے۔ مثلاً :

پشتونوں کو ننگ اور غیرت کے بارے میں تلقین کرتے ہوئے حاجی محمد امین فرماتے ہیں :-

"ننگ اور غیرت دونوں بہت اہم صفتیں ہیں لیکن ان کی حقیقت کیا ہے ؟ تو پیارے بھائیو سنو ! ننگ اور غیرت صرف اور صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کو کہتے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ شریعت ہے۔ آزادی وطن بے غیرتی سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اپنے آپ میں غیرت پیدا کرو۔ اپنا ظاہر و باطن دونوں شریعت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنا لو۔ غیر قوموں کی اندھی تقلید چھوڑ دو۔ ظاہری بناؤ سنگار سے احتراز کرو اور ایک خالص مسلمان جیسے عادات و اطوار اپنے میں پیدا کرو۔ تب آزادی آپ کا حق ہے کوئی بھی آپ کو غلام نہیں بنا سکتا۔" (صفحات ۴ ، ۵)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"پیارے بھائیو ! خدائے ذوالجلال کی طرف سے انسان کو اس دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے اور آخرت میں سرخرو ہونے کے لیے ایک آسمانی قانون قرآن کریم کی صورت میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نازل ہوا۔ اور یہ ۲۳ سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس قانون کی وساطت سے پیغمبر خدا نے عرب کے بدوؤں کو بلند اخلاق، جہان بان اور عاقل قوم میں تبدیل کر دیا (مذکورہ عبارت مؤلف نے مشہور سیرت نگار ابن اسحاق سے لی ہے۔

پیارے بھائیو ! اس قانون کی وساطت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اڑھائی سالہ خلافت کے دوران ملت اسلامیہ کو کتنی ترقی دی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس قانون پر عمل کر کے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تہس نہس کر دیا اور اسلام کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا ؟ پیارے بھائیو ! یہ سب کچھ صرف دس سال چھ ماہ اور چار دن کے عرصہ میں ہوا۔

لیکن آج کل ہماری حالت بہت خراب ہے کیوں ؟ اس لیے کہ ہم نے دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر

عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور ایسا کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ اغیار نے اگر ہمیں غلام بنا دیا تو یہ اُن کا قصور نہیں ہے، قصور صرف ہمارا ہے کہ ہم نے اغیار کو غلام بنا دینے کا موقعہ فراہم کر دیا ہے۔

اس لیے پیارے نوجوانوں سے بالعموم اور علماء حضرات سے بالخصوص یہ عرض ہے کہ اسلام میں اب بھی وُہ خوبیاں ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تھیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم میں اپنے بزرگوں کی خاصیتیں مفقوُد ہو گئی ہیں۔ شریعتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلّم کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اگر آج بھی ہم قولاً و فعلاً شریعت محمدی پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہم غیر اقوام کی غلامی سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ (یہ کتاب آزادی سے پہلے شائع ہُوئی تھی)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

" اگر آپ کو غلامی کا طوق اپنے گلے میں بُرا نظر آتا ہے تو آپ نے اپنے گلے میں شریعت مصطفوی کا ہار ڈال کر اس پر فخر کرنا سیکھنا ہے۔ اگر آپ آزادی کے تخت پر بیٹھ کر دوسری قوموں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو آپ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنانا ہے حقیقت میں شریعت اور سیاست او دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ آپ کو شریعت کے لباس میں سیاست کرنا پڑے گی۔ اس باغیچے کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق حسنہ سے آباد فرمایا تھا۔ پھر آپ کیوں اخلاق حسنہ کی مخالفت پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔

اے محمد امین! جب آپ خلوص دل سے نوجوانوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں تو وہ دین پر قربان ہو کر آزادی کی جنگ جیت جائیں گے۔"

ایک دُوسری جگہ حاجی صاحب لکھتے ہیں :

" پیارے بھائیو! جو لوگ قانونِ حق کی تابعداری کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اُن کے لیے کافی ہے۔ (ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ)

پیارے دوستو! اپنے ان بزرگوں کی تاریخ تو ذرا دیکھو جنہوں نے دن رات ایک کر کے دُنیا کو کفر و ضلالت اور جہالت سے پاک کر کے اس میں صداقت، دیانت اور توحید ربانی کے دئے روشن کر دیئے۔

پیارے دوستو! سب آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دو اور اس کے قانون پر چلنا سیکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو " وانتم الاعلون ان کنتم صٰدقین " کا مصداق بن جاؤ گے۔ چنانچہ اس ضمن میں

وہ ایک نظم پیش کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے :

نوجوانوں کو خدمت دین اور وطن کے لیے تیار رہنا چاہیئے اور ان کو باہمت ہونا چاہیئے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے نوجوان ہمت نہ ہاریں ۔

قانون شریعت کی روشنی میں ان کو جنگ لڑنا چاہیئے ۔ مقصود حاصل ہو کر رہے گا ۔ نوجوان ہمت نہ ہاریں ۔

آزادی کا معشوق قانون شرعی پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے ۔ نوجوانوں کو دیانت سے کام کرنا چاہیئے اور پست ہمت نہیں ہونا چاہیئے ۔

وہ میدان صداقت میں اپنے لیے بڑا نام پیدا کریں گے اور اُن کی بہادری کی داستانیں ہر مُلک میں سُنی جائیں گی ۔ نوجوانوں کو پست ہمت نہیں ہرنا چاہیئے ۔

نوجوانوں کو اللہ اکبر کا نعرہ پُورے جوش وخروش سے لگانا چاہیئے اور یہ نعرہ ان کے دلوں کی گہرائی سے نکلنا چاہیئے ۔ نوجوان ہمت نہ ہاریں ۔

سید الابرار کے اسوۂ حسنہ پر چل کر نوجوان باغ آزادی کے پھولوں کے گُلدستے اپنی پگڑیوں میں رکھیں گے اور اسی لیے ان کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے ۔

اے محمد امین ! پُوری دیانت داری سے جنگ آزادی کے لیے کمربستہ ہو جاؤ اور دین کے صحیح راستے پر چل کر خوف زدہ نہ ہو ۔ نوجوانوں کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے ۔

الغرض کتاب ہذا اس قسم کے پند ونصیحت سے بھری پڑی ہے جب کہ آپ کے مخاطبین پشتون نوجوان ہیں ۔

تحفۃ الحبیبۃ فی فضیلۃ الصلواۃ علی اشرف البریۃ

یہ کتاب بھی حاجی محمد امین صاحب موصوف ہی کی تصنیف ہے اور ایمپائر پریس پشاور سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی ہے ۔ کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور کتاب پوری کی پوری آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ کی تشریح وتفسیر ہے ۔

مختلف علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور درود بالاخفاء اور درود بالجہر پر بحث کی گئی ہے ۔ ساتھ ساتھ فضائل درود بھی بیان کئے گئے ہیں ۔ اس کے علاوہ اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت کا مفہوم واضح کرنے کے لیے مؤلف نے صحاح ستہ ، شفاء قاضی عیاض اور نزہتہ المجالس سے چالیس

احادیث اکٹھی کی ہیں جو کہ ایک قابلِ قدر علمی کارنامہ ہے۔

گلزارِ مدینہ یہ بھی حاجی محمد امین صاحب ترنگ زئی کی تصنیف ہے۔ کتاب ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا ۴۸ اور تیسرا ۵۶ صفحات پر۔ کتاب پوری کی پوری نعتوں پر مشتمل ہے اور اکثر نعتیں مدینہ منورہ اور مکۃ المکرمہ میں لکھی گئی ہیں۔ بعض نعتوں میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر اپنے مرشد حاجی صاحب آف ترنگ زئی کی تعریف میں اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ اور ان میں ان کے کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض مقامات پر حاجی صاحب نے اپنی جماعت، جماعتِ ناجیہ کا لائحہ عمل پیش کیا ہے اور اس کا دعویٰ کیا ہے کہ اس کی جماعت نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ تک کام کرتی رہے گی۔

تیسرے حصہ میں حاجی صاحب پشتونوں کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اسوۂ حسنہ پر چلنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اسی طرح اس حصے میں ایک نعت کی شکل میں معراج کا واقعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

ایک دوسری نعت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا واقعہ مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بعض نعتوں میں شمائل نبوی پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں حاجی صاحب طریقت میں اپنے اساتذہ کا سلسلہ بیان کرتے ہیں۔ جن کی تعداد ۱۶ ہے۔

روضۃ الجبیب یہ بھی جناب حاجی صاحب کی تصنیف ہے اور نظم میں ہے۔ کتاب کی تاریخ طباعت اور پریس معلوم نہیں ہے اور ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب روضۃ الجبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں لکھی گئی ہے اور اس میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نعتیں ہیں۔ ابتداء میں حاجی صاحب پشتونوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

پیارے بھائیو! ذرا اپنے گریبانوں میں جھانکو تو سہی کہ کہیں آپ پیارے نبیؐ کے اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے ہو؟ میری دعا ہے کہ خداتعالےٰ آپ کو پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پیارے بھائیو! آؤ ہم برے کام کرنے سے توبہ کریں۔

پیارے بھائیو! جو لوگ حقیقت میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دارین کی کامیابی و کامرانی، ساری عزتیں، حیا، ادب، بہادری، خوش اخلاقی شرعی طور پر زندگی گزارنے میں مضمر ہے۔ اور اس کی زندہ مثال آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جیسا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے : "ادّبنی ربّی فاحسن تادیبی" اسی طرح اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں انک لعلیٰ خلق عظیم ،، مطلب یہ کہ شرعی زندگی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ چلنے والی زندگی ہے ۔

اب جو لوگ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر نہیں چلتے بلکہ غیروں کے نقش قدم پر چلتے ہیں جن کی بے حیائی دُنیا میں مشہور ہے تو ایسے لوگوں کا کیا کہنا ؟

پیارے بھائیو ! خدا کی قسم ! ایک صحیح مسلمان کی ایک لمحہ زندگی جو شریعت کے مطابق ہو اس ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے جو فسق و فجور اور اغیار کی اندھی تقلید میں گذر رہی ہو۔

دَ دوست دخدائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور بنستنی حالات

یہ کتاب امیر محمد ترخری پشاوری کی تالیف ہے جو ۱۳۵۲ھ میں جامعہ پریس دہلی سے شائع ہوئی ہے ۔ کتاب میں ۲۶۸ صفحات ہیں ۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے ۔ پہلے باب میں مسئلہ رسالت پر بحث کی گئی ہے ۔ دُوسرے میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی از ولادت تا ہجرت بیان کئے گئے ہیں ۔ تیسرے میں معراج کا واقعہ ہے ۔ چوتھے میں ہجرت سے لے کر تا وفات آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کی پُوری تفصیل ہے اور پانچویں باب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ۳۹ غیر مُسلم دانشوروں، جن میں زیادہ تر انگریز اور ہندو ہیں کی آراء پیش کی گئی ہیں ۔

کتاب میں جگہ جگہ عربی اور فارسی اشعار بھی پائے جاتے ہیں ۔ جن کا پشتو ترجمہ متن میں دیا گیا ہے۔ یا ذیلی نوٹس میں ۔ بعض مبہم باتوں کی وضاحت ذیلی نوٹس کی شکل میں بھی پائی جاتی ہے ۔

کتاب ہذا کے صفحات ۲۰۹ تا ۲۱۵ میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ایسے معلومات فراہم کئے گئے ہیں جو سیرت کی عام کتابوں میں نہیں ملتے اور اس وجہ سے مؤلف کی یہ کوشش قابل صد آفرین ہے ۔

مؤلف نے کتاب ہذا کے مواد مستند کتابوں سے لیا ہے اور عام طور پر احادیث اور آیات کریمہ سے استفادہ کیا ہے ۔ کتاب میں قدیم و جدید کا امتزاج ایک خوش آئند اقدام ہے ۔ اور کھلا ثبوت ہے اس بات کا کہ مؤلف قدیم و جدید دونوں علوم پر دسترس رکھتے ہیں ۔

قلب السیر زیرِ نظر کتاب ایک نامعلوم فارسی کتاب کا پشتو ترجمہ ہے ۔ ترجمہ نگار پشتو کے مشہور شاعر خوشحال خان خٹک کے صاحب زادے گوہر خان ہیں ۔ یہ ترجمہ انہوں نے افضل خان ولد اشرف خان ولد خوشحال خان کے ایماء پر سنہ ۱۱۲۰ھ میں کیا ۔ کتاب قلمی ہے جو پشاور کے عجائب گھر میں نمائش کے لیے رکھی گئی ہے ۔ سائز ۲۸ × ۱۶ صفحات ۸۰۰ ، سطور فی صفحہ ۱۷ ہے اور خط نستعلیق ہے ۔

کتاب میں ۳۰ ابواب ہیں ۔ پہلے باب سے لے کر تیرھویں باب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ تیرھویں باب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پوری تفصیل کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے ۔ کتاب کے آخر میں چند ابواب مندرجہ ذیل موضوعات کے لیے رکھے گئے ہیں :

خلفائے راشدین ، امیر معاویہؓ ، آخرت کے بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال ، علامات قیامت ، دابۃ الارض ، نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام ، یاجوج ماجوج ، قیامت کا برپا ہونا ۔ حساب وکتاب ، میزان ، پل صراط ، دخول جنت اور جنت کی نعمتیں ۔

کتاب کا دارو مدار سارے کا سارا مشہور سیرت نگار محمد ابن اسحاق کی کتابوں سے لیا گیا ہے جس کا ثبوت یہ ہے "کہ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں" ، کا جمع بڑی کثرت سے استعمال کیا گیا ہے ۔

کتاب میں چند خامیاں پائی جاتی ہیں ۔ مثلاً :-

۱ ۔ کتاب میں صفحات کے نمبر نہیں دیئے گئے ہیں ۔ اس لیے ان کا مکمل حوالہ دینا مشکل ہوتا ہے جو لوگ اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں ان کو صفحات کا نمبر معلوم کرنے کے لیے ہر وقت ورق گردانی کرنی پڑتی ہے ۔

۲ ۔ کتاب کی ابتداء میں فہرست مضامین بمعہ ابواب دیا گیا ہے البتہ یہ صرف انیسویں باب تک ہے اس کے بعد ابواب کا نمبر چھوڑ دیا گیا ہے اگرچہ عنوانات موجود ہیں ۔

۳ ۔ مگر جب مؤلف ان عنوانات کی تفصیل کرتے ہیں تو پہلے باب سے سولھویں باب تک ابواب کے عنوانات دیتے ہیں مگر نمبر نہیں دیتے ۔ اس طرح تفصیل میں سولھویں باب سے لیکر تیسویں باب تک عنوانات بمعہ نمبر ابواب دیئے گئے ہیں ۔

۴ ۔ فہرست میں جن ابواب کے تحت عنوانات قائم کئے گئے ہیں تفصیل میں ان ابواب کے تحت دوسرے عنوانات درج ہیں ۔ مثلاً فہرست میں سولھویں باب میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا

دوسرا سفر شام ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اُن کی شادی کا ذکر ہے ۔ جبکہ تفصیل میں اسی باب کے تحت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج کا عنوان قائم کیا گیا ہے ۔

۴ ۔ کتاب میں قرآن کریم کی آیتیں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں ۔ مگر ان کا ترجمہ نہیں دیا گیا ہے ۔ اس لیے ایک عام آدمی کے لیے ان بلا ترجمہ آیتوں سے سوائے ثواب تلاوت کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

۵ ۔ موجودہ وقت کا عام پشتو خوان کتاب کی زبان سمجھنے میں بڑی دقت محسوس کرتا ہے اور بعض کلمات ایسے استعمال کئے گئے ہیں جن سے مختلف قسم کے مفہوم لیے جا سکتے ہیں ۔

مثلاً مؤلف ایک جگہ لکھتے ہیں " خدایہ ! شرم موا دساتے " جس کا مفہوم عام لوگ یہ لیتے ہیں کہ " اے خدا ! میری حیا رکھ " اسی جملے کا مفہوم یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ اے خدا ! میری بے عزتی قائم رکھ " صحیح جملہ ایسا ہونا چاہیئے ۔ خدایا ! حیا موا ز ساتے " یعنی اے خدا ! میری حیا قائم رکھ ۔"

بعض ایسے الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں ۔ جو آج کل کے پشتو خوان کی نظر میں درست نہیں ہیں ۔ اگرچہ بعض علاقوں میں اب بھی استعمال ہوتے ہیں ۔ مثلاً

کتاب کے الفاظ	موجودہ الفاظ
چوک	څوک
موژ	مونږ
شیجئ	نسیجئ
کمی دے	کمے دے

تمام کتاب میں " سے " کی جگہ " ی " استعمال کیا گیا ہے ۔ اس قسم کے الفاظ ایک نظم کے اشعار میں ملاحظہ کیجئے :

ہر ناکس چه توکی اچوے آسمان ته
هغه توکی ئی بیا عود کا دغان ته
ابله مخ په خپلو توکیو آلوده کا
همه عیب لے شکار کا شی رحمان ته
څوک چه خاورسے ایرے تمو ته اچوینه
بیائ زر پرویزی د مخ وګر بیان ته

چه دعوے په باد مشعل دَقمر وژنی
څوک به څه وائی و دسفیه نادانا ته

نظم کا ترجمہ یہ ہے :-

" ہر ناسمجھ آدمی جب آسمان کی طرف تھوکتا ہے تو یہ تھوک اس کی طرف واپس آتی ہے ۔ ایک بے وقوف آدمی اپنے چہرے کو تھوک سے آلودہ کرتا ہے ۔ اس طرح اس کا عیب ساری دُنیا پر کھل جاتا ہے ۔ جو لوگ سُورج کی طرف مٹی اور راکھ اچھالتے ہیں تو وہ اس کے اپنے چہرے اور گریبان پر گرتی ہے ۔ جو آدمی چاند کے چراغ کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرتا ہے ایسے بیوقوف کو کوئی کیا کہے "

بہرحال ان خامیوں کو اگر ایک طرف رکھا جائے تو کتاب میں نہ صرف سیرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی بحث کی گئی ہے بلکہ خلفائے راشدین کے بارے میں بھی پوری معلومات فراہم کی گئی ہیں ۔ ابتدائے کتاب میں مؤلف نے ایک لمبی منظوم حمد لکھی ہے ۔

کتاب کے اندر تقریباً ہر صفحے میں اپنے خیالات کا اظہار رباعیوں اور نظموں کی شکل میں کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ مؤلف کی طرف سے فارسی کی کتاب کے ترجمہ پر قابل قدر اضافہ ہے اگرچہ اشعار میں روانگی نہیں ہے ۔ کتاب دانشوروں کے لیے بڑی مفید ہے تاہم عام پشتونوں کے لیے اس سے استفادہ کرنا جان جوکھوں کا کام ہے ۔

جیساکہ نمائش گاہ میں کتاب کے اُوپر ایک چارٹ پر لکھا گیا ہے کہ کتاب ناقص ہے ۔ تو کتاب ناقص نہیں ہے اس لیے کہ فہرست میں تیسویں باب میں جو جو عنوانات قائم کئے گئے ہیں کتاب میں ان تمام پر بحث موجود ہے ۔ البتہ کتاب کے آخر میں عام مؤلفین کی طرح کلمہ اختتامیہ یا درود یا واللہ اعلم بالصواب یا نام کاتب و تاریخ کتابت درج نہیں ہے اس لیے کتاب ناقص نظر آتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔

زیر نظر کتاب میرے محدود علم کے مطابق پشتو میں سیرت رسول پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے ۔ مؤلف نے اپنے پشتون بھائیوں کے لیے ایک سُنتِ حسنہ کی بنیاد رکھی ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک قول کی روشنی میں یہ اس کے لیے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔

جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ کراچی

التقریظ والانتقاد

کچھ صاحبِ بصائر اور بصائر سے متعلق

بصائر حکیم الامۃ تھانویؒ

از

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ مدظلہ

اسم کا اثر مسمّیٰ میں آہی جاتا ہے، اسی لئے تو معلم امی لقب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تاکید فرمائی کہ نام رکھو تو اچھا نام رکھو، میرے عم روحانی صاحب بصائر کا اسم گرامی دیدہ ور والدین نے عبدالحی رکھا —— زندہ و پائندہ کا بندہ! لازم تھا کہ بندہ کو زندگی ملتی، وہ زندگی جو مسیحائے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نام کے زندہ انسانوں کو بخشنے آئے تھے (لنحیینّہ حیٰوۃً طیّبۃً) پاکیزہ، حیوانی حیات سے بلند و بالا زندگی جسکو فنا کا ہاتھ چھو نہ سکے، چنانچہ وہ ملی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ جواں عمر عبدالحی (بی۔اے، ایل۔ایل۔بی) کو وقت کے روحانی مسیحا قطب ارشاد شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں قدرت نے دے دیا۔ بندہ نے حیات معنوی پائی، دل زندہ ہوگیا، اب مرحلہ شغل معاش کا آیا، عقل نے بھٹکایا، وکالت میں لگائے رکھنا چاہا، تاثیر اسمی حائل آگئی، وکالت سے دل اتر گیا، ذات حیّ سے نسبت رکھتے ہوئے "کارِ حیات" کے سوا کچھ کرنے کو جی نہ چاہا، طبیعت معالجۂ امراض کیطرف مائل ہوگئی، ہومیو پیتھی سیکھ کر مطب کھول دیا گیا، مریضوں کی درمانی جونپور میں زور شور سے شروع ہوئی —— ادھر شیخ عالی مقام کا حکم آیا کہ جسمانی امراض کا کام تو خیر ہوتا رہے۔ مگر اہل ایمان کے باطنی امراض کے معالجہ پر بھی اب توجہ مرکوز ہو جائے، اسطرح حضرۃ عبدالحی اپنے صحیح منصب پر فائز ہوگئے، اور اب "دوائے دل" اور "تریاقِ نفس" بھی بانٹنے لگے،

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی برسوں اپنی زبان سے اپنے مرشدِ اقدس کے ملفوظات و مواعظ سناسنا کر مردوں کی مسیحائی کرتے رہے۔ اور یہ دور بھی عجیب تھا کہ ہر دقت ع زبان میری ہے بات انکی۔ کا سماں چھایا رہتا تھا —— نسبتِ چشتیہ کا سوز و گداز، ذاتِ الٰہیہ سے ربطِ عشق اور اس آتشِ عشق کی تپش نے خود ان سے صبر و ضبط کو چھین لیا اور بقول منصور حلاجؒ ؎

ہزار مرتبہ گفتم کہ سرِّ عشق بپوشم ہنود بر سرِ آتش میسرم کہ بجوشم

اپنے احوال اپنی زبان پر آنے لگے اور کلامِ موزوں بن کر زبان سے ادا ہونے لگے۔ دیکھنے والے سمجھے کہ مشغلۂ شاعری ہے، مگر خود حضرت عارفی نے محل کر جواب دیا ؎

کوششِ ضبطِ محبت میں ہیں کتنے مجبور کوئی دل چیر کے دیکھے ترے دیوانوں کے

کئی برس اس سوز و ساز میں گذرے، پھر طبیعت نے ایک افادی کروٹ لی، سوز و درد قدرے سکینت سے بدلا اور وہ جو حالت تھی ؎

درخونِ جگر عرفی می غلط ردی بپیچد در آتش خود سوزد پروانہ چنیں باید

اسکی بجائے اب مسلمانوں کے اصلاحی امور کیطرف توجہ مبذول ہوگئی، "صہبائے سخن" (حضرۃ عارفی کا مجموعہ کلام) جسکو بڑے جتن سے چھپوایا تھا، اور پڑھوا پڑھوا کر سنا کرتے تھے، اسکو اٹھا کر رکھوا دیا۔ اب حکیم الامت قدس سرہٗ کی تعلیمات، تلقینات اور ان کی حکیمانہ و عارفانہ تصانیف کی سلیس ترجمانی کا بیڑا اٹھایا اور دقائق کو چھوڑ کر عام نفع کی ضروریات کی حد تک، زبان کے ساتھ ساتھ قلم کے ذریعہ خدمت شروع فرمائی۔

اس سلسلہ میں پہلی چیز جو حضرت ڈاکٹر صاحب کی نسبت سے چھپ کر شائع ہوئی وہ خود ان کے اپنے ملفوظات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تھا جو ان کے ایک معتقد نے اپنے مرتعِ حسنِ اعتقاد کے طور پر "افاداتِ عارفہ" کے زیرِ عنوان شائع کیا، یہ رسالہ اہلِ نظر کی نگاہوں میں اپنی تعبیرات کے لحاظ سے ذرا محلِ نظر رہا۔ مگر اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت ممدوح نے خود اپنے قلم سے اپنے شیخ عالی مقام، ان کے طریقِ تربیت اور انکی مربیانہ تعلیمات کے تعارفِ عام کی غرض سے ایک کتاب "مآثرِ حکیم الامت" مرتب فرما کر شائع کی، جسکو خاصہ حسنِ قبول ملا۔ اور لوگوں نے اس سے نفع پایا۔

اس کے بعد حضرت ممدوح کی توجہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ملت کی عملی ضرورت کی تکمیل کے لئے ترتیب دینے کیطرف منعطف ہوئی، یہ کام کٹھن بھی تھا اور حد درجہ نفعِ عام کے علاوہ نفعِ لازم بھی لئے ہوئے تھے، پورے اخلاص اور جذبۂ فدائیت کے ساتھ حضرت ممدوح نے معتدبہ ذخیرۂ سیرت کے مطالعہ کے بعد اسکو ماہرانہ ترتیب اور حسنِ نظم کے ساتھ تالیف فرمایا، اور "اسوۂ رسولِ اکرم" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیرِ عنوان نہایت دیدہ زیب انداز میں شائع فرمایا، یہ کتاب ادھر نکلی نہیں کہ ہاتھوں ہاتھ بک گئی اور پے درپے اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، خود مؤلف والا مقام کیطرف سے بھی اور ملک کے بعض ناشروں کیطرف سے بھی، یہ اسکی مقبولیت کی کھلی شہادت ہے اور یہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کا سب سے بڑا کارنامہ اور ان شاء اللہ توشۂ آخرت کا سب سے قیمتی سامان ہے۔

میرے روحانی مربی حضرت علامہ شاہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہٗ نے زمانۂ قیام کراچی میں ایک مرتبہ فرمایا کہ جی چاہتا ہے۔ کہ سیرت نبویؐ پہ ایک کتاب "خاص مسلمانوں" کے لئے لکھوں، حضرتؒ نہ لکھ سکے اور لکھتے تو ظاہر ہے کہ اپنے علم و عرفان اور ذات نبویہ سے اپنی نسبت عالیہ کے مطابق لکھتے، مگر مجھے یقین ہے کہ میرے روحانی حضرت ڈاکٹر صاحب زاد فیضہٗ کی اس کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" سے حضرت مرشدیؒ کی روح کو ایک سرور میسر آیا ہوگا۔ کیونکہ یوں بھی انہیں مؤلف ممدوح سے قلبی محبت تھی۔

بہر کیف، اس عظیم کارنامہ سے فارغ ہو کر حضرت ڈاکٹر صاحب کا ذہن مبارک پھر اس طرف گیا کہ

ع یک چند نیز خدمت معشوق می کنم

اور پھر تازہ جذبہ سے اپنے محبوب و محسن مربی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تعلیمات کو ذوق حاضر کے مطابق ڈھال کر پیش کرنے کا ارادہ فرمالیا، "بصائر حکیم الامت" اسی جذبۂ صادق کا کرشمہ ہے۔

بصائر متوسط سائز کے ساڑھے پانچسو صفحات سے کچھ زائد ضخامت پر نہایت دیدہ زیب انداز میں چھپکر شائع ہوئی ہے۔ اس کے استناد کی ضمانت یہ ہے کہ ابتدائی سوانحی چند صفحات کے سوا اس میں جو کچھ ہے حرف بہ حرف حکیم الامت قدس سرہٗ کے ملفوظات اور عبارات کی نقل ہے۔ ترتیب اور عنوان بندی، البتہ مؤلف گرامی کی فنکاری ہے اور فنکاری کا ایک نمونہ ہے۔ بصائر کا اصل موضوع ٹھیٹھ تصوف ہے۔ اور اس میں حکیم الامتؒ کا مجددانہ کارنامہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ اشرفی معالجات باطنی کا "میٹیریا میڈیکا" ہے۔ جس میں نفس و قلب کے امراض، ان کی تحقیق و تشخیص بڑے محققانہ مگر سلیس اور عام فہم پیرایہ میں آگئی ہے۔ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ کے اور خلفائے عظام اور متوسلین نے بھی اس سے قبل اس قسم کے کارنامے انجام دئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کی نگرانی میں ان کے ایک متوسل مولانا محمد دین صاحب نے "شریعت اور طریقت" کے نام سے گویا ایک "قرابادین تصوف" ہی مرتب کر ڈالی، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی مدظلہٗ نے بھی غالباً "شریعت و تصوف" کے نام سے ایک چھوٹی کتاب فنی طور پر بڑی جامع اور مفید تحریر فرمائی ہے اور حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کا کارنامہ تو (جو چار مجلدات میں شائع ہوچکا ہے۔) حجت و برہان اور تحقیق و تدقیق اور حکمت ایمانی کے لحاظ سے منفرد ہی ہے۔ مگر یہ اہل علم کے کام کی چیز ہے۔ ضرورت تھی کہ فنی باتیں اختصار مگر جامعیت کے ساتھ سلیس پیرایہ میں و نفع عام ہوجائیں، مشیت الٰہیہ نے یہ کام مخدومی حضرت محترم ڈاکٹر عبدالحی صاحب زاد فیوضہم کے لئے خاص کر دیا تھا۔ اور خوب انجام پا گیا ہے۔ —— جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ اصل موضوع سے قبل مؤلف گرامی کے قلم سے مجدد ملت حکیم الامۃ

نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات بہت اختصار کے ساتھ مگر نہایت پُر خلوص اور حقیقت پسندانہ پیرایہ میں رقم ہوگئے ہیں۔ ۱۰ صفحوں کی یہ تحریر دریا بہ کوزہ کا مصداق ہے۔ اس کے بعد باب اوّل ہے۔ ۲۵ صفحات میں حضرت اقدس تھانوی "آداب سلوک" خود حضرت ہی کے ارشادات سے مرتب کرکے پیش کیے گئے ہیں۔ اس سے آگے کتاب مزید نو۹ ابواب میں منقسم ہے۔ جو حسب ترتیب یہ ہیں:

حقیقت۲ طریق، لوازمات۳ طریق، متعلقات۴ طریق، اصطلاحات۵ طریق، احوال وکیفیات۶، اخلاق۷ حمیدہ، اخلاق رذیلہ۸، منتخب مضامین تربیت۹ السالک، مقالات حکمت۱۰۔

ہر ہر باب اپنے تمام جزئیات کا احاطہ کئے ہوتے ہے اور ساری کی ساری عبارت حکیم الامت قدس سرہٗ ہی کی تحریرات پر مشتمل ہے۔ گویا ہزارہا ہزار صفحات میں جو جواہر بکھرے ہوئے تھے، حضرت مؤلف نے ان میں سے ہم رنگ وہم جنس جواہر کو چن چن کر دس الگ الگ لڑیاں تیار کی ہیں جو دیدہ زیب بھی ہیں اور ہر طالب صادق کے کام کی ہیں۔ راقم الحروف کی رائے میں جامعیت اور فنی ضروریات کے اعتبار سے بصائر بہ ظاہر ہلکی پھلکی ہونے کے باوجود اسقدر معنوی وزن رکھتی ہے کہ ہر سالک طریق کو خواہ وہ مبتدی ہو یا متوسط یا منتہی، اور چشتی ہو کہ نقشبندی یا قادری ہو کہ سہروردی اسکا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیے تاکہ مشکل میں دستگیری ہو سکے۔

ترتیب ابواب کے سلسلے میں حضرت مؤلف کی نظر ایک تقدیم تاخیر کیطرف متوجہ کرانا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں رذائل اخلاق کو پہلے ذکر کیا ہے، اور پھر فضائل اخلاق کو۔ اِدھر حضرات چشتیہ کے اصول تربیت میں بھی تخلیہ (یعنی رذائل سے پاکی) مقدم ہے اور تحلیہ (یعنی فضائل اخلاق سے آراستگی) مؤخر ہے۔ لہٰذا دونوں اعتبار سے بصائر میں بھی اخلاق رذیلہ کا باب پہلے آنا چاہیے تھا، اور پھر اخلاق حمیدہ کا۔

اسی طرح یکّا دُکّا مقام بھی نظر ثانی کے بعد حذف یا تشریح کا محتاج ہے۔ مثلاً کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر عنوان ہے "اسمائے مفردہ کا ذکر تو کہیں کسی حجت سے منقول نہیں" یہ ایک عالم دین کو حضرت اقدس تھانویؒ کا جواب ہے جسمیں "حدیث احصاء" بھی زیر بحث آئی ہے۔ جب تک اسکی تشریح اور نفس بحث کی وضاحت نہ ہو جائے، سائل کے سوال اور مسئول کے جواب کا سمجھنا اُن حضرات کے لیے جو اس کتاب کے مخاطب ہیں، نہ صرف دشوار بلکہ محض الجھن کا سبب ہو سکتا ہے۔ نیز ملفوظات میں سائل کی تائید میں بھی ارشاد تھانویؒ مل سکتا ہے۔ مثلاً الافاضات الیومیہ میں ایک جگہ حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد ہے۔

"یہ فرق مراتب ہی تو ہے جسکی وجہ سے حق تعالیٰ نے ذکر کی تاکید فرماتے ہوئے

کہیں تو ذکر کو اپنی ذات سے متعلق کیا ہے، جیسے ولذکر اللہ اکبر۔ اور کہیں اسمائے حسنیٰ سے متعلق فرمایا ہے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً۔ یہاں مفسرین نے لفظ اسم کو مقسم کہا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ زائد کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تغیر عنوان مراتب ذاکرین کے اعتبار سے ہے۔''

کتاب کے آغاز میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے دو مضامین اس موزونیت سے شامل فرمائے گئے ہیں کہ گویا اسی تالیف کے لئے تحریر فرمائے گئے، پہلا مضمون تو حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ کی کتاب تجدید تصوف وسلوک کا پیش لفظ ہے اور دوسرا "موت العالم موت العالم" ہے جو حضرت علامہ نے اپنے شیخ گرامی کی رحلت پر تحریر فرمایا تھا۔ اصل مضمون خاصہ مفصل ہے۔ یہاں صاحب بصائر مدظلہ اسکی تلخیص شامل فرمائی ہے، اس کے ختم پر ماہنامہ معارف کا حوالہ جو درج ہے۔ اس سے قارئین کو گمان ہو سکتا ہے۔ کہ شاید یہ پورا مضمون ہے، اچھا ہوتا کہ "ملخصاً" کا لفظ اس کے ساتھ تحریر فرما دیا جاتا۔

یہ دو ایک باتیں تنقیدی نقطہ نظر سے خود اپنے عم روحانی مدظلہ کے ایماء سے نہیں بلکہ اصرار کیوجہ سے عرض کردیں۔ ساڑھے پانچسو سے زائد صفحات کی کتاب میں جو تالیفی محاسن وکمالات سے بھرپور ہے، ان سے کیا اثر پڑ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو خاص طور پر اس گرانقدر اور مفید تالیف سے نفع عطا فرمائے اور حضرت مؤلف دامت برکاتہم کو تادیر فیض رساں رکھے۔

ع این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد
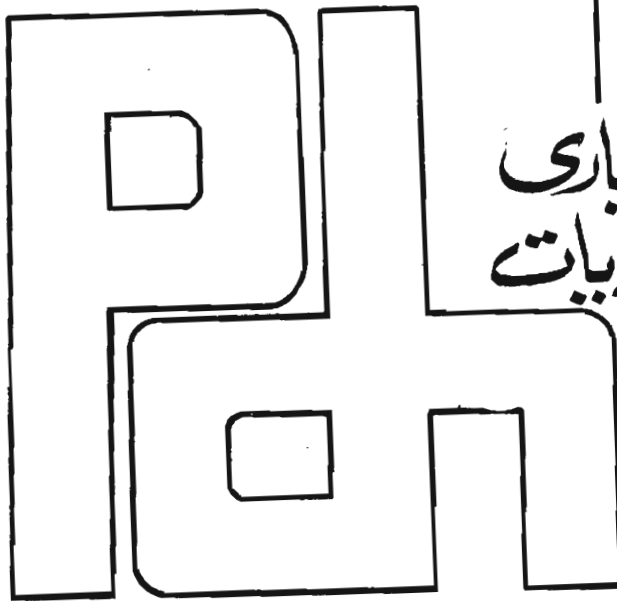
معیاری
ادویات
Pdh
کا
نامور
ادارہ
خدمت ، دیانت ، اور سروس
میں
پیش پیش
معیاری نشان
Pdh
ادویات خریدتے وقت یاد رکھیں
پنجاب ڈرگ ہاؤس نکلسن روڈ لاہور

پروفیسر محمد افضل
گورنمنٹ کالج بورے والا

علامہ اقبالؒ جیسے لوگ کسی قوم میں صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں ۔ جہاں آپ نے مسلمانوں کو اُن کا تابناک ماضی یاد دلایا ہے، وہاں اپنی قوم کو یہ تلقین بھی کی ہے کہ وہ تہذیبِ مغرب سے اپنے دامن کو بچائے رکھے آپ کے نزدیک مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز اسلامی تہذیب و ثقافت کو اپنانے میں ہے اور اس قوم کے تنزل و ادبار کے اسباب میں سب سے بڑا سبب اسلامی تہذیب سے روگردانی اور تہذیبِ فرنگ کی اندھی تقلید ہے ۔ آپ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ تہذیبِ حاضرہ سے دامن بچانے کی تلقین کی ہے ۔

تہذیب حاضر کیا ہے ؟ اس سوال کا جواب صحیح معنی میں حضرت علامہ نے ہی دیا ہے ۔ آپ نے تہذیبِ مغرب کا مطالعہ بہت قریب سے کیا اور اس کی خوبیوں اور خامیوں کا بنظرِ غائر جائزہ لیا ۔ آخر آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ "تہذیبِ مغرب"، مادہ پرستی ، زر پرستی ، عقل پرستی ، ریاکاری اور مذہب بیزاری کا دوسرا نام ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

؎ مشرق کے خداوند سفیدانِ فرنگی ! مغرب کے خداوند درخشندہ فلزات

دوسری جگہ ارشاد ہے :

؎ لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مے "لا" سے مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ "اِلّا"

ان دونوں اشعار میں تہذیبِ مغرب کی مادہ پرستی اور مذہب بیزاری کی جانب اشارہ کیا ہے ۔ ایک اور مقام پر اس کی عقل پرستی اور ملمع سازی کا پردہ یوں چاک کرتے ہیں :

؎ بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے! — فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری!

؎ وُہ آنکھ کہ ہے سُرمۂ افرنگ سے روشن — پُرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

حضرتِ علامہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اُس دور میں جب انگریز کی خُدائی میں سُورج غروب نہ ہوتا تھا۔ ہندوستان انگریز کا محکوم تھا اور ہر ہندوستانی تہذیب فرنگ کی اندھی تقلید اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا تھا۔ آپ انگریزی تہذیب سے قطعاً مرعوب نہ ہوئے اور اُس کی خامیوں کو واشگاف الفاظ میں قوم کے سامنے پیش کیا اور بتایا کہ میں نے اس تہذیب کو خوب سمجھا ہے۔ کہیں اس کی ظاہری شان و شوکت سے دھوکا نہ کھا جانا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

؎ عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں — کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہُوں مثلِ خلیل

؎ نہ مُدافرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے — کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی برّاقی

الغرض علامہ اقبال نے تہذیب مغرب کو سمجھا، پرکھا، قوم کو اس کے زہریلے اثرات سے بچنے کی تلقین کی اور تہذیب حاضر کے زہر کا تریاق بھی قوم کے سامنے پیش کیا اور آخر میں اس تہذیب کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا۔

جہاں تک پہلے نکتے کا تعلق ہے کہ علامہ اقبال نے تہذیب مغرب کو خوب سمجھا۔ اس کا مختصر ذکر تمہید میں ہو چکا ہے۔ یعنی حضرت علامہ کے نزدیک "تہذیب مغرب" زر پرستی، عقل پرستی، طمع سازی اور مذہب بیزاری کا دُوسرا نام ہے۔

دُوسرا نکتہ یہ ہے کہ جناب علامہ نے قوم کو اس تہذیب سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال کے ارشادات بے شمار ہیں۔ چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ مسلمان کو طائر بلند بال سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

؎ گرچہ ہے دلکشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار — طائرک بلند بال دانہ و دام سے گزر

اپنے صاحب زادے جاوید اقبال کو تہذیب فرنگ سے بچنے کی یوں تلقین فرماتے ہیں:

؎ اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان — سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

ایک دُوسرے مقام پر مغرب زدہ نوجوان طلباء کی حالت پر اس طرح سے اظہارِ افسوس کرتے ہیں:

؎ آہ! مکتب کا جوانِ گرم خون! — ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں!

"بالِ جبریل" میں ایک پُوری نظم "ایک نوجوان کے نام" کے عنوان سے تحریر کی ہے۔ اِس میں

اُسے تہذیب حاضر سے بچنے کی یوں تلقین کرتے ہیں :

؎ تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ہیں ایرانی　　لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی !
امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل ؟　　نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا مَیں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی

ایک جگہ تہذیب حاضرہ پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں :

؎ مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
جو ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

تہذیب مغرب کا بنیادی ستون سُودی نظام ہے جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو جاتا ہے اور معاشرے میں افلاس، بے حیائی اور بے مروّتی بڑھتی ہے۔ علامہ اقبال اس نکتے کو اپنی مشہور نظم "لینن خدا کے حضور میں" یوں بیان فرماتے ہیں :

؎ ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے　　سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس　　کیا کم ہیں فرنگی مدنیّت کے فتوحات
ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

تہذیب حاضر کے زہر کا تریاق حضرت علامہ کے نزدیک اسلامی تہذیب و ثقافت کے دامن کو تھامنا ہے۔ اور اسلامی تہذیب کا منبع جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور سلف صالحین ہیں۔ اس لیے مغربی تہذیب کے زہر کا علاج حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی اتباع و فرمانبرداری میں ہے۔ چنانچہ آپ بارگاہ نبوی میں عرض کرتے ہیں :

؎ تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان ہے زُنّاری

ایک دُوسرے مقام پر تہذیب مغرب سے مرعوب نہ ہونے کا سبب یہ بیان فرماتے ہیں :

؎ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں :

؎ علاج آتشِ رُومی کے سوز میں ہے تیرا !
تیری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

الحاصل تہذیب حاضر کے اثراتِ بد سے نجات کا ذریعہ حضور اکرمؐ اور بزرگانِ دین کی اتباع ہے ۔

؎ بمصطفیٰ برساں کہ دین ہمہ او ست اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

حضرت علامہ نے تہذیب حاضر کے انجام کی طرف بھی جگہ جگہ اشارے فرمائے ہیں۔ آپ کے نزدیک جو تہذیب کسی روحانی عقیدے یا نظریے پر قائم نہ ہو وہ کھوکھلی اور ناپائیدار ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ اہلِ مغرب کو یُوں خطاب کرتے ہیں :

؎ دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکان نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا !
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

ایک دُوسری جگہ تہذیب حاضر کے اندرونی خلفشار کی جانب یُوں اشارہ فرماتے ہیں :

؎ دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بڑے بیچے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا
اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی !
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

ایک اور مقام پر حضرتِ علامہ تہذیب مغرب کے خاتمے اور اسلامی تہذیب کی نشاۃ ثانیہ کی پیشگوئی کرتے ہُوئے فرماتے ہیں :

؎ جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا تھا قمار خانہ !

الحاصل علامہ اقبال مغربی تہذیب کو مسلمانوں کے لیے زہر ہلاہل اور اسلامی تہذیب کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے :

فاعتبروا یا اولی الالباب

قارئین

افکار و تاثرات

یوم صدیقؓ اور سنّی سوادِ اعظم سے صریح ناانصافی | اس سلسلہ میں ہمیں کئی ایک تنظیموں نے احتجاجی مراسلات بھیجے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کو یقین تھا کہ اس مرتبہ حکومت یوم صدیق اکبرؓ کے موقع پر عام تعطیل کرے گی اور سرکاری طور پر بڑے عظمت دن منایا جائے گا۔ مگر دیرینہ مطالبہ اور مختلف انجمنوں کی پُر زور اپیل کے باوجود قوم کو مایوسی ہوئی ریڈیو۔ٹی وی سے انتہائی اور مختصر پروگرام پیش کیا گیا، جبکہ محرم کے دس دن ان ذرائع سے ماتم، تبرا بازی اور مرثیہ گوئی ہوتی رہتی ہے۔ یہ سوادِ اعظم سے صریح زیادتی ہے جبکہ حقیقی اسلام وہی ہے جس پر خلفائے راشدین نے مکمل کر کے اسکی مثال قائم کر دی ان کے بغیر اسلام کا تصور ممکن نہیں۔ ہم منکرین عظمتِ صحابہؓ کی بڑھتی ہوئی سازشوں پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہیں، ایک طرف اسلام کے فلک بوس نعروں کی گونج ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے جائز مطالبہ سے بھی گریز

(۱۔ جمعیۃ خطباء اہلِ سنّت پاکستان۔ ۲۔ محمد سعید صاحب تنظیم اخوان القراء کراچی۔ ۳۔ محمد یوسف کاغانوی سکھر۔ ۴۔ ابو الحسین صدیقی مجلس حضرت عثمان غنیؓ کورنگی کراچی۔)

نصابِ دینیات کا مسئلہ | اگرچہ ہم زیادہ تعطیلات کے قائل نہیں ہیں۔ ملک کی خدمت کے لئے زیادہ محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہے۔ مگر یوم مئی اور آغا خان صاحب کا یوم سرکاری طور پر منایا جا سکتا ہے۔ اور عام تعطیل کی جا سکتی ہے تو پھر ان محسنینِ اسلام صحابۂ کرامؓ خلفاء راشدین کے ایام کو سرکاری سطح پر منانا کون سا مشکل ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ان ایام میں عام تعطیل کی جائے اور ریڈیو، ٹی وی۔ اخبارات وجرائد کے ذریعہ خصوصی پروگرام نشر کر کے نوجوان نسل کو ان کی زندگیوں سے روشناس کرایا جائے۔

—— ہمارے مطالبات ——

۱۔ کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کو کتاب میں لکھا جائے اور جمہور علماء امت کے مسلک وعقیدہ کو اختیار کیا جائے۔ مزید یہ لکھا جائے کہ یہ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہوتا ہے اور اس کو چھوڑنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کمی بیشی کفر ہے۔

۲۔ اذان اور اقامت کو کتاب میں لکھا جائے۔ کسی دوسری کتاب کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں آپؐ کی سیرت، عبادت اور اخلاق کے علاوہ سنِ ولادت وصال، دعوت و بعثت کی تاریخ اور وقت کا تذکرہ شامل کیا جائے۔

۴۔ ختمِ نبوت کے بنیادی عقیدہ کو وضاحت اور صراحت سے بیان کیا جائے۔

۵۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافتِ راشدہ کے جملہ پہلو نصاب میں شامل کئے جائیں۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اولاد کا تذکرہ اور ان کے اسمائے گرامی مع ضروری حالات نصاب میں شامل کئے جائیں۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی و مدنی زندگی کی پوری تفصیل اور دعوتِ اسلام کے حالات پر روشنی ڈالی جائے۔

۸۔ خلافتِ راشدہ کے باب میں موجودہ دور کے نئے اعتراضات اور غلط مطالبات کو نظر انداز کرتے ہوئے حسب سابق تمام خلفائے راشدینؓ کی سیرت و سوانح کو نصاب میں علی الترتیب شامل کیا جائے۔

۹۔ شہدائے اسلام کا تذکرہ بھی نصاب میں شامل کیا جائے۔ تاکہ سنی بچے ذہنی طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار ہوں۔

۱۰۔ کاتبینِ وحی میں حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر نہیں، جبکہ وہ بھی مشہور کاتبین وحی میں شامل ہیں۔

۱۱۔ خلفائے راشدین کے ساتھ امیر المومنین کا لکھا جانا بھی ضروری ہے۔

۱۲۔ سابقہ نصاب دینیات (یکساں و جداگانہ) میں جو غلطیاں کی گئی تھیں ان کا اعادہ نہ کیا جائے اور نصابِ دینیات مرتب کرنے والی کمیٹی میں صحیح سنی نمائندگی ہو۔ (انجمن محبان صحابہؓ ڈیرہ اسماعیل خان)

ذکریوں کی جارحیت پر احتجاج جمعیۃ العلماء اسلام مکران ڈویژن نے اپنے ایک اہم قرارداد میں اسلام دشمن فرقے ذکری جماعت کی تحصیل بلیدہ مرغوتی کی مسجد کے اندر نمازیوں پر بمباری کی شدید مذمت کی ہے اسے پورے عالم اسلام کے خلاف ایک سازش قرار دیا ہے۔ اور ٹریبونل کے ذریعہ اسکی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ اور اب تک اس کیس کی تحقیقات کی انتہائی سرد مہری پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔

(عبدالحق جمعیۃ العلماء اسلام مکران۔ تربت)

مسجد پر ذکریوں کے ظالمانہ شرمناک جارحیت سے مسلمان بیدار ہو گئے ہیں، بلیدہ، زامران، بیگدر اور تربت میں ذکریوں کی عجیب کیفیت ہے۔ ان کے ملائی بھاگ گئے ہیں اور اپنے کئے پر پچھتا رہے ہیں ذکریوں کے مقام حج کوہ مراد کے متصل "گل وڈن" جسے عرفات کہتے ہیں، مسلمانوں نے اس کو جلا دیا ہے۔ ذکریوں کے خلاف تقریر و تحریر کو تیز تر کر دیا گیا ہے۔ مسجد پر بمباری کا یہ واقعہ ۲۰ مارچ کو ہوا تھا جس میں آٹھ افراد زخمی ہوئے تھے۔

(عبدالمجید قصر قندی۔ کراچی)

معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ بم یہ لوگ مسقط عمان سے لائے تھے جہاں ذکری فرقہ کا ایک شخص فوج میں اچھے عہدہ پر فائز ہے۔ یہ کیسے لایا گیا اور محکمہ کسٹم گوادر نے اسے کیوں نہ پکڑا۔ (ایک قاری)

اسلامی یونیورسٹی بہاولپور ؟ جی ہاں سرکار کا اسلامی دارالعلوم ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجھے نیو کیمپس اسلامی یونیورسٹی بہاولپور جانے کا اتفاق ہوا، صدر دروازہ میں داخل ہوتے ہی عجیب روح فرسا منظر سامنے آیا۔ کوئی پندرہ بیس قدموں پر سات آٹھ نوجوان لڑکیوں کا ایک گروپ نمودار ہوا طالبات نے میری اسلامی اور مولویانہ شکل وشباہت کی ہنسی اڑائی، مجھے مشارالیہ بنایا، قہقہے بلند ہوئے، اور خوب فقرے کسے گئے ـــــ یہ اس یونیورسٹی میں مخلوط نظام تعلیم رائج ہونے والی اسلام کی طالبات تھیں، اب وہاں قال اللہ اور قال الرسول کی بجائے گلیوں اور برآمدوں میں نامحرم مردوں کے ساتھ نقرئی قہقہے ہی بلند ہوتے ہیں اور اسلامی شعائر ڈاڑھی وغیرہ کی تضحیک کی جاتی ہے، اناللہ -- یہ یونیورسٹی (جامعہ عباسیہ) ایک ایسی دینی و مذہبی درسگاہ تھی جس کے متعلق ایسا سوچنا بھی گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں علامہ غلام احمد گھوٹوں، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، علامہ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد ناظم ندوی، علامہ شمس الحق افغانی دامت برکاتہم نے علم کے دریا بہائے اور اس ادارہ کی خون جگر سے آبیاری کی ـــــ اب یہ یونیورسٹی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی امیر ترین مغربی ملک کا کوئی جدید سینما ہال ہے، مغربی طرز تمدن بدرجۂ اتم موجود تھی، طلبہ وطالبات کے کلام وگفتگو میں محبوبانہ انداز اور نسوانی جاذبیت دلربایانہ ادائیں اور یہ سات سمندر پار کی بدیسی انگلش زبان میں کہیں جانوروں کیطرح کھڑے کھڑے پیٹ پوجا، مرد و زن کے غول، باہم آوازے کس کر تسکین خاطر کر رہے ہیں، ہاتھوں میں تازہ افسانے اور ناول کہیں تصویروں سے غم غلط کیا جارہا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر مذہبی فضائیں نہ تھیں نہ قرآن وسنت کی صدائیں اور عالمانہ وضع رفع اور اسلامی طرز معاش ـــــ یہ ہے ایک اسلامی دارالعلوم جو حکومت کی تحویل میں آنے کے بعد اس "اسلامیت" کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ (مولانا محمد عبداللہ۔ حاصل پور شہر قدیم)

شاہ حسن ابدال قندھاریؒ راقم حضرت شاہ حسن ابدال المعروف بہ شاہ ولی قندھاری کی سوانح وکرامات پر کتاب مرتب کر رہا ہے، اہل علم وتحقیق سے اس سلسلہ میں سوانحی مآخذ ومواد کیطرف رہنمائی کرنے کی درخواست ہے۔

(خورشید احمد خورشید حسن ابدال)

ابوالکلام آزادؒ نقش آغاز پڑھ کر مسرت ہوئی مولانا ابوالکلامؒ کے دفاع میں آپ نے جو کچھ لکھا بالکل صحیح اور ہمارے جذبات کی ترجمانی ہے۔ (سید محمد شاہ نیو مراد پور ضلع مانسہرہ)

تبلیغی جماعت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ادریس صاحب بانی تبلیغی جماعت نے جسطرح اس طریقۂ تبلیغ کو زندہ کیا اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی یہ تحریک سو سے زیادہ اسلامی وغیر اسلامی ملکوں میں سرگرم عمل ہے ابھی پچھلے سالانہ اجتماع میں پانچ لاکھ سے زائد لوگوں نے شرکت کی وبیش چالیس ملکوں کے وفود موجود تھے۔

تعارف و تبصرہ

ادارہ

کتب

۱۔ مواعظ حسنہ	: صفحات ۔ ۱۵۸	قیمت ۸/۲۵ روپے		ناشر
۲۔ عالم برزخ	: " ۹۴	" ۴/- روپے		مکتبۂ عثمانیہ
۳۔ مسئلہ تعلیم	: " ۴۸	" ۲/۷۵ روپے		جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن۔ لاہور

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا حافظ الحاج محمد ادریس کاندھلوی قدس اللہ سرہٗ پاک وہند کے ان چند بزرگ ہستیوں میں سے تھے جو اپنی علمی قابلیت، تصنیف و تالیف، اور اخلاص و تواضع میں معروف و مشہور ہیں ۲۲ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے اور پھر تقسیم ملک تک تقریباً اٹھارہ سال شیخ التفسیر کے اہم عہدہ پر فائز رہے۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور اور پھر وفات ۸ رجب ۱۳۹۴ھ تک جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے۔ دینی، اصلاحی موضوعات پر تقریباً ایک سو تصنیفات تحریر فرما چکے ہیں۔ مندرجہ بالا تین رسائل بھی ان کے یادگار ہیں۔ ۱۔ مواعظ حسنہ :۔ مقاصد بعثت، عصمت انبیاء کرام، عقل کی تعریف مقام اور فوائد، شرائط مفرد مترجم، نبوت و رسالت، جیسے اہم موضوعات پر آپ کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ ۲۔ عالم برزخ :۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کے قصیدے کی اردو شرح ہے۔ جس میں عالم برزخ کے احوال و کوائف، عذاب قبر کا اثبات اور ملحدوں کا جواب اور دیگر اہم مباحث پر مفصل تحقیق ہے۔ ۳۔ مسئلہ تعلیم :۔ میں نصاب تعلیم، علم کی حقیقت، مخلوط اور انگریزی تعلیم، فلسفۂ تعلیم، دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کالج کے معیار تعلیم وغیرہ اہم مباحث ہیں، جس کا مطالعہ ہر مدرس، طالب علم اور ارباب تعلیم سب کے لئے مفید اور ضروری ہے۔

مخزن فضائل و مسائل | مرتب مولانا ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد داگہ، لاہور۔ صفحات ۲۳۲ قیمت چھ روپے۔ نماز روزہ عشر و زکوٰۃ حج و قربانی صحابہ کرام اور درود شریف وغیرہ کے فضائل پر مؤثر اور رقت انگیز احادیث اور واقعات کا مجموعہ، مصنف کے تبلیغی رسائل کو یکجا کیا گیا ہے، گویا کتاب فضائل و مسائل کا مخزن ہے۔ مؤلف دارالحرب کی سرحدات پر ہیں، تو نظریاتی سرحدات کی حفاظت میں بھی کوشاں ہیں۔ ایسی انفرادی تبلیغی و اشاعتی مساعی بہت قابل قدر ہیں۔ (س ۔)

حکیم الامت تھانویؒ اکابر اور معاصرین کی نظر میں | مصنف سید محمود حسن صاحب۔ ناشر: کتب خانہ مظہری

۴-جی ۲/۱۲ ناظم آباد - کراچی ۱۸ صفحات : ۲۸۰ قیمت -/۱۰ روپے۔
حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے علمی اور عملی عظیم کارناموں کی بنا پر یقیناً وہ مجدد تھے۔ جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں، ان کی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات سرچشمۂ ہدایت اور اصلاح ہیں، اس کتاب سے معلوم ہو جاتا ہے، کہ وہ اپنے اکابرین اور معاصرین کی نظر میں کتنا اونچا مقام رکھتے ہیں، کتاب حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا مفتی رشید احمد صاحب کی تقریظوں سے آراستہ ہے، اور بقول حضرت مفتی صاحب مرحوم یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی اہم تعلیمات، اور خصوصیات کا ایسا مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے زندگی میں انقلاب آسکتا ہے۔　　(محمد حسن جان)

موصولہ کتب کا اجمالی تعارف

خطبات مدراس :— سیرت طیبہ کی ہر لحاظ سے جامعیت اور کاملیت کے موضوع پر علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے مشہور و معرکۃ الآراء آٹھ خطبات کا مجموعہ اعلیٰ طباعت کے ساتھ۔ ناشر اظہار سنز ۱۹- اردو بازار، لاہور، صفحات ۱۹۴ قیمت مجلد پندرہ روپے۔

مولانا مودودی کے غلط نظریات :— قرآن و سنت اور عقل عام کی رو سے از قلم کریم الدین ریٹائرڈ انجنیئر۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ آخر میں مولانا ابو الحسن علی ندوی کی کتاب منصب نبوت سے انبیاء اور دیگر رہنماؤں کے بنیادی فرق والا مقالہ بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔ ناشر جاوید اکیڈمی جہلیک ملتان۔ قیمت چار روپے۔ صفحات ۹۰۔

مجموعہ رسائل :— از مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری فاضل دیوبند۔ ناشر مجلس تحفظ ختم نبوت تغلق روڈ ملتان قادیانیت کے موضوع پر مشہور مبلغ و مناظر کے قلم سے ان کے بارہ ۱۲ رسائل کا مجموعہ قادیانیت کی تردید و ابطال میں ایک مفید ذخیرہ۔

خیر البشر :— از محمد اسماعیل آزاد۔ ناشر: مکتبہ معارف الحق الف نارتھ ۱۵/۱۱ ملیر توسیعی کراچی ۳ صفحات ۱۹، سیرت مطہرہ کے چند تابناک پہلو۔

خدا کی حاکمیت :— مولانا ابو الکلام آزاد کے سحر انگیز قلم سے۔ حاکمیت خداوندی پر ایک مختصر اور مؤثر مقالہ صفحات ۲۰، ناشر مدرسہ قاسم العلوم مجاہد روڈ سیالکوٹ، کتاب مفت طلب کی جا سکتی ہے۔

آئینۂ تربیت :— حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مشہور تصنیف تربیت السالک کی

تلخیص وتسہیل ان کے ایک مایۂ ناز خلیفہ مولانا عبدالحئیؒ کے قلم سے صفحات ۱۱۲، ناشر مکتبہ قاسم العلوم جے دن/۱۴۰ کورنگی کراچی۔

تمرین النحو :۔۔۔ از مولانا محمد مصطفیٰ ندویؒ اضافہ از مولانا عبدالماجد ندوی، صفحات ۱۳۲، قیمت ۵/۵۰ روپے۔

تمرین الصرف :۔۔۔ از مولانا معین اللہ ندوی صفحات ۱۱۲ پہلی کتاب علم نحو اور دوسری علم صرف پر جدید طرز پر صرف ونحو کی مشقی کتاب اردو دان طبقہ کے علاوہ مدارس عربیہ کے طلبہ کے لئے بھی بے حد مفید ہر دو کتابوں پر مولانا ابوالحسن علی ندوی کا مقدمہ ہے۔ اور دونوں کا ناشر: مجلس نشریات اسلام اے کے ۳ ناظم آباد کراچی۔

صیانۃ الحدیث حصہ دوم :۔۔۔ از مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری سراج العلوم جھنڈانگر نیپال انڈیا۔ صفحات ۲۰۰، قیمت ۶/ روپے۔ حجیۃ حدیث پر ایک وقیع اور عالمانہ کتاب کا دوسرا حصہ جس میں تدوین وحفاظت حدیث کے سلسلہ میں جلیل القدر تابعین اور محدثین عظام کا مختصر مگر مستند تذکرہ بھی آگیا ہے۔

مقامع الحدید علی الکذاب العنید :۔۔۔ بریلوی طبقہ کے ایک رسالہ المصباح الجدید کی تہمت طرازیوں کا جواب اور رضا خانی عقائد مؤلفہ محمد حنیف اعظمی مبارکپوری۔ انڈیا کی کتاب کا عکسی ایڈیشن ہے، صفحات ۹۶ قیمت ۳/ روپے۔ ناشر :۔ انجمن ارشاد المسلمین ۷، بی شاداب کالونی ٹمپل روڈ لاہور۔

جامع الآراء فی مراتب الخلفاء :۔۔۔ از مولانا لعل شاہ بخاری مدنی مسجد واہ کینٹ صفحات ۹۲، قیمت ۶/۵۰ روپے۔ خلفائے راشدین کے مناقب ومراتب پر صحابہ کرام تابعین ائمہ عظام کے اقوال وتحریرات کی روشنی میں ایک سیر حاصل تبصرہ۔ (س ح)

زمزمۂ حق | مؤلف : حافظ محمد ظہور الحق ظہورؔ ناشر : مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی صفحات : ۱۲۸، طباعت : عمدہ قیمت ۷/ روپے۔

حافظ محمد ظہور الحق ظہورؔ خوش فکر شاعر ہیں۔ ان کا زیر نظر مجموعۂ کلام حمد ونعت، منقبت صحابہؓ اور قومی وملی منظومات پر مشتمل ہے۔ وہ اُن قومی روایات کے امین ہیں جن کی داغ بیل مولانا حالیؔ نے ڈالی اور علامہ اقبالؒ نے انہیں صیقل کیا۔ حافظ ظہور صاحب کے اشعار حالی کیطرح پُر خلوص، سادہ اور "از دل خیزد بر دل ریزد" کے مصداق ہیں۔ انہوں نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں دینی دعوت پیش کرنے کا اسوۂ انبیاء سامنے رکھا ہے۔ (اختر راہی)

☆☆

دار العلوم کے شب و روز

شفیق فاروقی
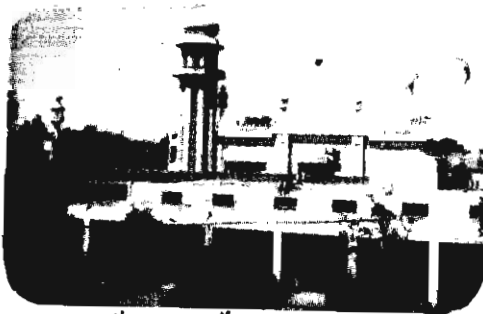
ختم بخاری شریف کی تقریب ۲۲ رجب مطابق ۲۹ جون — دار العلوم کا تعلیمی سال اختتام پذیر ہونے کو ہے۔ آج بخاری شریف کے اختتام کی تقریب تھی، ادھر دار العلوم کی نو تعمیر عظیم الشان کتب خانہ کی وسیع اور شاندار عمارت جو بحمد اللہ قلیل عرصہ میں اہل خیر کے تعاون سے مکمل ہوگئی ہے اور جو اپنے حسن تعمیر، پختگی اور دیدہ زیبی کے لحاظ سے دعوت نظارہ دے رہی ہے اور اسلامی علوم و فنون کی عظمت کا ایک نشان معلوم ہوتی ہے۔ یہ ساری جدید عمارت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام نامی سے منسوب کی گئی ہے اور احاطۂ قاسمیہ کہلاتی ہے۔ اس تعمیر کا آغاز یکم صفر ۱۳۹۸ھ کو ہوا تھا۔

مناسب سمجھا گیا کہ ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب ہی سے اس عمارت کا افتتاح ہو جائے — ادھر فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی تمنا تھی کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور دیگر اکابر اساتذہ کے ہاتھوں سے ہماری دستار بندی بھی ہو جائے۔ گو دار العلوم کیطرف سے کسی رسمی تقریب کا اعلان نہیں تھا نہ عمومی دعوت دی گئی پھر بھی طلبہ کے ذریعہ دور دور تک محبین علم اور مخلصین دار العلوم کو اطلاع ہوگئی تھی، ہزار ڈیڑھ ہزار مہمان علماء طلباء اور دار العلوم کے مخلص حضرات باہر سے پہنچ گئے۔ نو بجے سے پہلے ہی کتب خانہ کا ہال اور اسکی تمام گیلریاں کھچا کھچ بھر گئی تھیں، یہ سارا منظر دیدنی تھا۔

اولاً تمام حاضرین نے ختم کلام پاک کیا۔ اتنے کثیر مجمع کی تلاوت سے در و دیوار گونج اٹھے، کتب خانہ کے سامنے لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے شامیانے لگائے تھے، ختم کلام پاک کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی، اس کے بعد جانے والے طلبہ کو مفید نصائح سے نوازا اور سند حدیث سے مشرف کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی طویل اور پرسوز دعا سے پورے مجمع پر رقت طاری ہوگئی فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ مستقبل کی دینی ذمہ داریوں کے احساس اور دار العلوم سے جدائی کے غم سے نڈھال ہو رہے تھے۔

تقریب کا آغاز مولانا قاری محمد یعقوب صاحب راولپنڈی اور قاری علی الرحمان صاحب مدرس دار العلوم کی تلاوت

سے ہوا اس کے بعد مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی رکن دارالعلوم نے اپنی مؤثر تقریر میں دارالعلوم کی ترقیات اور کتب خانہ کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دارالعلوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا، تقریب کے اختتام پر دارالعلوم سے فارغ ہونے والے ڈیڑھ سو طلباء کی دستار بندی کی گئی۔

۲۴ رجب / یکم جولائی۔ دارالعلوم کے سالانہ تقریری اور تحریری امتحانات کا آغاز ہوا، یہ امتحانات بشمول وفاق المدارس کے امتحانات کے ۷ شعبان تک جاری رہیں گے، درجۂ تجوید کے امتحانات ۲۱ رجب کو شروع ہوئے۔

۲۶ جمادی الآخرہ / ۳ جون۔ دارالعلوم میں ایک دردناک سانحہ پیش آیا، ایک ہونہار محنتی نہایت متقی اور پارسا نوجوان طالب علم مولوی محمد قاسم خوستی افغانستانی دارالعلوم کے سامنے گذرنے والی ریلوے لائن پر ریل کار کی زد میں آکر شہید ہو گئے، موصوف کا تعلق افغانستان سے تھا، اس شدید گرمی اور بعد مسافت کے علاوہ افغانستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر لاش کو مرحوم کے گھر تک پہنچانا مشکل تھا، ویسے بھی تمام اساتذہ کی رائے تھی کہ اس شہید علم کو یہیں دفن کیا جائے مگر مرحوم کے اہل وطن ساتھیوں کے اصرار پر لاش کو ان کے وطن لے جانے کا فیصلہ ہوا نماز ظہر کے بعد دارالعلوم کے صحن میں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور تمام طلباء شریک تھے غسل اور تکفین کا سارا کام بھی طلبہ نے باچشم پرنم انجام دیا، لاش ایک تابوت میں بند کرا کے ایک ٹرک کے ذریعہ ۲ بجے ظہر روانہ کر دی گئی جو صحیح و سالم دوسرے دن صبح شمالی وزیرستان میران شاہ سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچ گئی اور اسی دن ۱۱ بجے مرحوم کو ان کے گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم کے زہد و تقویٰ، قابلیت اور محنت وسعی کے عجیب حالات سامنے آئے، اللہ تعالیٰ اس شہید علم کو پورے دارالعلوم کیلئے اجر و ذخر اور شفاعۃ مشفعۃ بنا دے۔ آمین

۹ رجب / ۱۶ جون ـــــ تحفظ حقوق اہلسنت کے زیر اہتمام یوم صدیق اکبرؓ کے سلسلہ میں مولانا سمیع الحق صاحب نے رات شاہ فیصل شہید مسجد بال روڈ پشاور کے ایک جلسہ میں سیرت صدیقؓ پر ڈیڑھ گھنٹہ تک خطاب فرمایا۔

۱۴ رجب / ۲۱ جون ـــــ قومی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں راولپنڈی میں جمعیۃ العلماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں محترم مدیر الحق نے شرکت کی۔

۱۵ رجب / ۲۲ جون ـــــ دارالعلوم میں طلبہ کی اقامت گاہوں کی شدید قلت محسوس کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں دارالعلوم کے دفتر اہتمام اور قدیم کتب خانہ کی چھتوں پر یعنی دارالحدیث کے مشرقی جانب طلبہ کیلئے ایک نئے دارالاقامۃ کی تعمیر کا کام توکلاً علی اللہ شروع کر دیا گیا۔ اس کام کے پہلے مرحلہ میں آٹھ کمرے

تعمیر ہوں گے جس میں پچاس طلبہ کیلئے گنجائش نکل سکے گی، اگر اہلِ خیر نے دستِ تعاون بڑھایا تو اللہ کے فضل سے یہ کام رمضان میں مکمل کر لیا جائے گا۔ تاکہ شوال یعنی آغاز سال سے طلبہ اس میں رہائش پذیر ہوسکیں۔

• ۲۱ رجب —— مؤتمر المصنفین کیطرف سے حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب مدرس دارالعلوم کی کتاب برکۃ المغازی کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا جو پچھلے ایڈیشن کی بہ نسبت بہت بہتر ہے۔

• ۳ رشعبان —— تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے حضرات کی خواہش پر دارالعلوم کے دو ممتاز اکابر اساتذہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی اور حضرت مولانا محمد فرید صاحب مفتی رائے ونڈ تشریف لے گئے تاکہ مرکز میں واقع مدرسہ عربیہ کے طلبا سے سالانہ امتحانات لے سکیں۔ اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دو مرتبہ سالانہ امتحانات کے موقع پر تشریف لے گئے تھے۔ اب تبلیغی اکابر نے حضرت مدظلہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ بوجہ ضعف تشریف نہ لاسکیں تو دارالعلوم کے ان دو بزرگ اساتذہ کو بھیج دیں۔

• ۳ رشعبان —— تبلیغی جماعت کے ایک وفد نے ۳ رشعبان تک دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں تین روز تک قیام کیا جس میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، اردن، یمن کے افراد شامل تھے، اس وفد نے ایک دن دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے بھی ملاقات کی۔

• ۳ رشعبان —— پہلی ایشیائی سربراہی کانفرنس میں شمولیت کرنے والے عالمِ اسلام کے اخبارات و رسائل کے مدیرانِ گرامی قدر کے بارہ میں حکومت کیطرف سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اطلاع آئی کہ یہ حضرات ۱۳ رجولائی کو دارالعلوم حقانیہ کا معائنہ کرنے آئیں گے۔ اس خبر سے دارالعلوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر بعد میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر ان کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔

• ۷ رشعبان —— وفاق المدارس کے ماتحت دورۂ حدیث کے امتحانات ختم ہوئے دارالعلوم سے ایک سو پچاس طلبہ شریک امتحانات تھے۔ وفاق کیطرف سے امتحانات کی نگرانی کا کام مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی اور مولانا احمد خان کے سپرد تھا۔

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

معیاری
اور
قابلِ
اعتماد
ایگل
ایک عالمگیر قلم
A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS & CO. LTD.
AFC-5/74

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

قرارداد خلافتِ راشدہ

بخدمت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان

سلام مسنون - عرض آنکہ مسند اقتدار پر فائز ہونے کے بعد آپ نے قیام پاکستان کے اصل مقصد کے تحت کئی بار ——— پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کا وعدہ کیا، اور عموماً مسلمانان پاکستان کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ (یعنی نظام اسلام) جلدی نافذ کر دیا جائے۔ لہٰذا اس سلسلے میں حسب ذیل امور قابل لحاظ ہیں :-

(۱) ——— ملک عرب میں خود خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکومتِ الٰہیہ قائم فرمائی تھی اسکے کارکن لاکھوں کی تعداد میں وہی صحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنکو براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نصیب ہوئی تھی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں خیر امت (یعنی سب امتوں سے بہتر جماعت) ہونے کا عظیم شرف عطا فرمایا ہے اور جنکو رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خصوصی سند عطا کی گئی ہے۔ یہی صحابہ کرام کی مقدس جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مابعد کی امت کے مابین کتاب و سنت کے پہنچانے میں ایک واحد واسطہ ہے۔

(۲) ——— نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حسب وعدۂ خداوندی خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو حضور کی خلافت (جانشینی) کا بلند منصب نصیب ہوا۔ اور ان حضرات نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں اصولاً کتاب و سنت ہی اسلامی نظام حکومت نافذ فرمایا جو انکو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ملا تھا۔ اور ان برحق خلفاء میں سے خصوصاً پہلے تین خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا دورِ خلافت تو اتنا عظیم الشان اور بے نظیر ہے کہ تقریباً ۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں پرچم اسلام نے اقوام عالم کو مسخر کر لیا۔ قیصر و کسریٰ کی صدیوں کی استبدادی حکومتیں نیست و نابود کر دی گئیں۔ اسلامی عدل و انصاف کے نور سے فضائیں منور ہو گئیں۔ اور آسمانی برکات سے انسانیت مالا مال ہو گئی۔ لہٰذا مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر سواد اعظم کے اہم مطالبات حسب ذیل ہیں :-

مطالبہ (۱) ——— چونکہ قیامت تک کی امت مسلمہ کیلئے خلافت راشدہ کا نظام ایک مثالی معیاری اور بے نظیر نمونہ ہے جو محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس لئے پاکستان میں کتاب و سنت پر مبنی اسلامی نظام حکومت کیلئے نظام خلافت راشدہ کی پیروی کا واضح اعلان کر دیا جائے۔

مطالبہ (۲) ——— سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسا نصاب دینیات نافذ کیا جائے جس میں قرآن و سنت کے ساتھ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس تذکرے موجود ہوں تاکہ مسلم طلبہ اپنے اسلاف کے بے نظیر اسلامی کارناموں پر فخر کر سکیں اور ان کی اتباع میں خدا پرست مخلص مسلمان بننے کی کوشش کریں (ب) نصاب دینیات میں شیعہ کلمہ اور شیعہ اذان کے یہ الفاظ بالکل حذف کر دیئے جائیں۔ جنکا نبی کریم رحمت للعالمین صحابہ کرام اور اہل بیت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا یعنی عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ۔ علاوہ ازیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے خلیفہ بلا فصل کا اعلان بالکل خلاف حقیقت ہے اور ملت اسلامیہ کے عقیدۂ خلافت راشدہ کیخلاف ایک کھلا چیلنج ہے۔

مطالبہ (۳) ——— چونکہ پاکستان میں اکثریت سنی حنفی مسلمانوں کی ہے اس لئے اجتہادی اور فروعی مسائل و احکام میں فقہ حنفی بطور پبلک لاء نافذ کی جائے۔ اور شیعوں کے اس مطالبہ کو بالکل مسترد کر دیا جائے کہ پاکستان میں فقہ جعفری کو بھی فقہ حنفی کے مساوی پبلک لاء کا حق دیا جائے کیونکہ (ا) حسب عقیدہ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ سے لیکر امام غائب حضرت مہدی تک بارہ امام معصوم ہیں اور انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل ہیں العیاذ باللہ۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر امام حسن عسکری تک ابھی فقہ جعفری کے قانونی نفاذ کا کہیں بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اور موجودہ دور گو شیعہ عقیدہ میں امام مہدی کا دور امامت ہے لیکن وہ خود صدیوں سے غائب ہیں اس لئے ان کے حکم کے تحت فقہ جعفری کے نفاذ کی کوئی صورت نہیں اختیار کی جا سکتی۔ (ب) متحدہ ہندوستان میں صدیوں تک مسلم حکومتیں قائم رہی ہیں لیکن انہیں بھی ہمیں فقہ جعفری کے قانون کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ (ج) مشہور شیعہ عالم مولوی محمد بشیر آف ٹیکسلا ضلع راولپنڈی نے تو فقہ جعفری کی اصطلاح ہی کو ناجائز قرار دیدیا ہے چنانچہ انہوں نے مورخہ ۱۰ مئی کو گورنمنٹ محمد علی ہائی سکول کی جو تقریر کی ہے اسکے ٹیپ کردہ الفاظ یہ ہیں کہ :- قیاس وہ کرے جس پر نہ وحی ہو نہ الہام کبھی نہ کہنا فقہ جعفری جسنے فقہ جعفری کہا اسنے فقہ حنفی اور امام جعفر صادق اور امام ابو حنیفہ کو ایک بنا دیا کہ وہ بھی مجتہد تھے کبھی یہ لفظ نہ کہنا۔ فقہ جعفری۔ تم کہو فقہ شیعہ" بہرحال فقہ جعفری ہو یا فقہ شیعہ جب ائمہ معصومین کے دور امامت میں ہی اس کے قانونی نفاذ کا ثبوت نہیں ہے تو پاکستان میں اسکے نفاذ کا کیونکر جواز ہو سکتا ہے؟ - لہٰذا

جنرل محترم ! ——— ہمارا پر زور مطالبہ ہے کہ خلافت راشدہ کے معیاری دور کی پیروی میں اسلامی نظام حکومت قائم کر کے پاکستان کو ایک مثالی اسلامی مملکت بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ والسلام

منجانب :- تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم پاکستان

REGD-NO.P-90